دسترخوان

عائشہ جمال

سلاد کے باسی پتے دوبارہ تازہ کرنے کے لیے

ایک پیالے میں ٹھنڈا پانی ڈال کر ایک ٹیبل اسپون لیموں کا رس ڈالیں اور سلاد کے پتے آدھ گھنٹے کے لیے ڈبو کر رکھ دیں اور پھر نکال کر جھٹک دیں۔ پتے دوبارہ تر و تازہ ہو جائیں گے۔

خشک میوے کی جگہ OATS

بیکنگ کی کئی تراکیب میں کافی مقدار میں خشک میوے (بادام اخروٹ وغیرہ) کا استعمال لکھا ہوتا ہے محض اس ترکیب کو آزمانے کے لیے تیار ہو کر کیسی ہو گی؟ اتنے مہنگے خشک میوے اتنی تعداد میں استعمال کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

اس کا حل یہ ہے کہ OATS کو تھوڑے سے مکھن میں یا تیل میں تل کر براؤن کر لیں اور پھر مطلوبہ مقدار کے مطابق خشک میووں کی جگہ استعمال کر کے وہی نتائج حاصل کریں۔

دہی جلد جمانے کے لیے

اگر آپ کے پاس کھلے منہ کی تھرماس ہے تو آپ بہت عمدگی سے اور جلدی دہی جما سکتی ہیں۔ ایک پائنٹ دودھ (جو زیادہ دنوں تک رہ سکتا ہے) کو ہلکا سا گرم کریں۔ اس میں دو چائے کے چمچے دہی کے ملائیں۔ اچھی طرح حل کر کے اس دودھ کو تھرماس میں ڈال کر پانچ گھنٹے تک رکھا رہنے دیں اور پھر فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کریں۔

جما ہوا شہد

کبھی کبھی شہد اپنے جار میں پڑے پڑے سوکھ جاتا ہے اسے دوبارہ اصلی حالت میں کرنے کے لیے جار کو گرم پانی میں تھوڑی دیر کے لیے رکھ دیں دوبارہ پتلا ہو جائے گا۔

مالٹے سے زیادہ جوس نکالنے کے لیے

مالٹوں سے جوس زیادہ مقدار میں حاصل کرنے کے لیے ان کو کاٹنے سے قبل اگر میز پر ہاتھ سے دبا کر رول کیا جائے تو اس طرح کرنے سے جوس زیادہ نکلتا ہے۔

سخت گوشت کا عمدہ استعمال

کبھی کبھی گوشت اتنا سخت قسم کا آجاتا ہے کہ اسے جتنا بھی پکائیں وہ نہ صرف مزید سخت ہو جاتا ہے بلکہ رنگ بھی خراب تر ہو جاتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ اس گوشت کو جو ابلنے یا پکنے کے باوجود نرم نہ ہوا ہو قیمہ بنا کر استعمال کریں۔

پلپلے ٹماٹر

ٹماٹر اگر پڑے پڑے بہت نرم ہو گئے ہوں تو ان کو نمک ملے پانی میں گھنٹہ بھر کے لیے ڈبو دیں۔

چہرے پر تھم دور کرنے کے لیے

سیم کی پتیوں کو رگڑ کر متاثرہ حصوں پر لگانے سے چہرے پر پھیکے تھم ختم ہو جاتے ہیں۔

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

LW/NP 58 RIZWAN R.N. 2416 /57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.

Ph. 270406

بچوں کی

قصص الانبیاء

از:- امۃ اللہ تسنیم

چار حصوں پر مشتمل اس کتاب میں بچوں کی آسان زبان میں نبیوں کے حالات لکھے گئے ہیں، صرف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں، اس کتاب کے بارے میں مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریاآبادی فرماتے ہیں:-

"ان سے چھوٹے بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "قصص النبیین للاطفال" اب نہ کسی تعریف کی محتاج ہے نہ تعارف کی، سلیس و شستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز پُرہدایت حالات لڑکوں اور بوڑھوں سب کے پڑھنے کے قابل، ان بہن صاحبہ نے یہ کیا کہ انھیں مطالب کو عربی سے اردو میں منتقل کر دیا ہے، کتاب ترجمہ نہیں ترجمہ سے کچھ بڑھ کر ہے زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، جو لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھیں گے وہ ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سیکھتے جائیں گے"

حصہ اول

حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ — قیمت .

حصہ دوم۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام — قیمت .

حصہ سوم:- حضرت موسیٰ علیہ السلام ——— قیمت

حصہ چہارم حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ——— قیمت

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ

لکھنؤ (یوپی) ۲۲۶۰۱۸

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۳ | اگست ۱۹۹۹ء | شمارہ نمبر ۸

Ph. 270406

ایڈیٹر: ــــــ محمد حمزہ حسنی

معاونین: ــــــ اُمامہ حسنی ⁂ میمونہ حسنی

اسحٰق حسینی ندوی ⁂ جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

- ★ برائے ہندوستان: ــــــ ۹۰ روپے
- ★ غیر ملکی ہوائی ڈاک: ــــــ ۲۵ امریکی ڈالر
- ★ فی شمارہ: ــــــ ۸ روپے

نوٹ: ڈرافٹ پر "RIZWAN MONTHLY" لکھیں۔

ماہنامہ رضوان ۱۴۲/۵۴۔ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفسٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
کتاب ہدایت	مولانا محمد منظور نعمانی	۴
حدیث کی روشنی	امتہ اللہ تسنیم	۶
ہم آپس میں مل کر...	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری	۸
عمل کا معیار	ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر	۱۶
نعت نبی اکرمؐ	سجاد مرزا گوجرانوالہ	۱۸
نقش کف پا حضورؐ کے	عمر انصاری	۱۹
اسلام میں تربیت اولاد....	عبد اللہ عظام ناصر آبادی	۲۰
شہادت گاہ بالاکوٹ	ابو الحسن منظور احمد شاہ آسی	۲۶
خودکشی حرام ہے	ابن میر محمد	۲۹
خطبات و ارشادات...	سید شمشاد حسین	۳۲
کٹھیا۔ قدرتی علاج	سید صادق ابدالی	۳۶
سوال جواب	مفتی راشد حسین ندوی	۳۹
دسترخوان	عائشہ جمال	۴۰

اپنی بہنوں سے

مُدیر

جو مسلمان بہنیں دین کا کچھ نہ کچھ علم رکھتی ہیں یا دینی جذبہ کی دولت سے مالا مال ہیں ان پر اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ان بہنوں اور ملنے والیوں کو بھی دین کی باتیں بتلائیں جو دین سے غافل ہیں اور اچھے برے کی تمیز نہیں رکھتیں اس لیے کہ دین کی خدمت اس کی حفاظت اور اشاعت مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں پر بھی فرض ہے اگر بہنیں اپنی اس ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنی طاقت بھر کوشش کریں تو مسلمان گھرانوں کی بہت سی خرابیاں اور کمزوریاں دور ہو سکتی ہیں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ بچے بھی سیدھے اور سچے راستے پر چل کر دین کے سچے خادم بن سکتے ہیں۔ بہنیں اپنے روزمرہ کے کاموں اور گھر گرہستی کے بکھیڑوں کے ساتھ ساتھ تعلیم و تبلیغ کا کام بھی بخوبی انجام دے سکتی ہیں۔ آنے جانے والیوں اور پاس کی اٹھنے بیٹھنے والیوں کا ایک سلسلہ رہتا ہے جہاں چار بہنیں جمع ہوئیں ادھر ادھر کی باتیں چھڑ جاتی ہیں۔ ایسے موقعوں اور مجلسوں سے فائدہ اٹھایا جائے اور غلط اور بیکار باتوں کے بجائے پاک بیبیوں کے موثر واقعات اور ان کی دینی خدمتوں کے تذکرے سنائے جائیں اور اللہ و رسول کے احکام پر توجہ دلائی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ عام عورتوں میں دینی جذبات نہ پیدا ہوں اور وہ اپنی زندگی کو ٹھیک نہ کریں۔ اس کام کے لیے کسی بڑے انتظام اور اہتمام کی ضرورت نہیں اور نہ کسی زیادہ علم اور سمجھ کی ضرورت ہے نہ دولت اور طاقت کی حاجت ہے۔ دین کی جو بات جس کو معلوم ہو وہ دوسروں کو بتلائے اور جو نہ معلوم ہو وہ دوسری جاننے والی بہنوں سے معلوم کریں اور کم سے کم حرام اور حلال میں تمیز کر سکے اللہ تعالیٰ نے اس پر جو حقوق رکھے ہیں وہ جانے اور ادا کرے صحابی بیبیاں سب عالم اور فاضل نہ تھیں لیکن ان سب کی یہ کوشش رہتی تھی کہ دین کی معلومات حاصل ہوں اور زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت اور حقوق کی ادائیگی ہو سکے وہ اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوئیں اور انہوں نے دین کی بڑی خدمتیں کیں۔ ان بیبیوں نے اسلام کو پھیلانے اور دوسروں کو

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

کتاب ہدایت

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

اخلاقِ حسنہ

اور شیطان کی مردودیت کا بنیادی سبب بھی قرآن مجید نے اس غرور و تکبر ہی کو بتایا ہے۔

قرآن پاک کا بیان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ:۔

مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ

کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟

اس نے کہا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ (الاعراف ع ۲)

میں اس سے بہتر ہوں اور وہ مجھ سے گھٹیا ہے (پھر میں اس کو کیوں سجدہ کروں)

بہرحال شیطان کو اس کے اس غرور اور تکبر ہی نے اس سرکشی اور بغاوت پر آمادہ کیا۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

(بقرہ ع ۳)

اس نے حکم ماننے سے انکار کیا اور غرور اختیار کیا اور ہو گیا کافروں میں سے ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

حلم اور درگزر

حلم اور درگزر کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی ایذا رسانی اور اشتعال انگیزی کو فراخ حوصلگی اور عالی ظرفی سے برداشت کر لیا جائے اور انتقام لینے اور سزا دینے کی پوری قدرت رکھنے کے باوجود اس غلط کار اور قصوروار شخص سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور اس کی جہالت اور ناسمجھی کو لائق نظر اندازی سمجھ کر اس کو معاف کر دیا جائے۔ بلاشبہ اخلاق میں اس کا بڑا بلند مقام ہے۔ اور قرآن مجید نے اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔

سورۂ آل عمران میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت اور اس کی خاص محبت کے حق دار بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

(آل عمران ع ۱۴)

وہ بندے جو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں خوشحالی میں بھی اور تنگی میں بھی، اور جو پی جانے والے ہیں غصہ کو اور معاف کر دینے والے ہیں لوگوں کے قصور اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکار بندوں سے محبت کرتا ہے۔

اور سورۂ شوریٰ میں ہر ظلم و زیادتی کا مناسب بدلہ لینے کا قانونی جواز بیان فرمانے کے بعد برداشت کر لینے اور معاف کر دینے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے،

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (شوریٰ ع ۴)

اور جو بندے برداشت کریں اور معاف کر دیں تو یہ بڑی عزیمت اور بلند ہمتی کی بات ہے۔

اور اسی سورت کے اسی رکوع میں چند آیتیں پہلے آخرت میں اللہ کے خاص انعامات سے سرفراز ہونے والے اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کا ایک خاص وصف یہ بھی بیان کیا گیا ہے:۔

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ

(شوریٰ ع ۴)

اور جب (کسی شرارت اور بدتمیزی پر) ان کو غصہ آتا ہے تو وہ (انتقام نہیں لیتے بلکہ) معاف کر دیتے ہیں۔

اور سورۂ نور میں اپنے قصوروار وں کو معاف کر دینے کی ترغیب کس قدر مؤثر انداز اور کیسے دلنشیں پیرایہ میں دی گئی ہے۔ ارشاد ہے:۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(النور ع ۶)

اور ایمان والوں کو چاہیے کہ جس سے اللہ کے حق میں کوئی زیادتی اور قصور ہو جائے اس کو، وہ معاف اور نظر انداز کر دیا کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے اور اللہ بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ جو بندہ یہ چاہے اور اس کی تمنا اور آرزو رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ مہربانی اور بخشش کا معاملہ کریں اسے چاہیے کہ وہ اپنے قصوروار وں کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرے اور ان کو معاف کر دیا کرے اگر وہ ایسا کریگا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ بخشش اور رحمت کا معاملہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی یہ بخشش و رحمت اس کی عالی شان کے مطابق ہوگی ــــ پھر ترغیب کا ایک دوسرا پہلو اس آیت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرز عمل کا ہم کو حکم دے رہا ہے وہ فرماتا ہے کہ خود میرا بھی وہی طرز عمل ہے، میں اپنے گنہگار بندوں کو بخشنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہوں، تم بھی اپنے قصوروار بھائیوں کے قصور معاف کر دیا کرو، اور اس طرح میرا صفاتی قرب حاصل کر کے میرے رنگ میں رنگ جاؤ۔

قرآن پر اور قرآن نازل فرمانے والے رب رحیم پر ایمان رکھنے والا کون بندہ ہوگا جو اس پیام رحمت سے متاثر نہ ہو۔

قریب قریب یہی مضمون سورۂ تغابن میں ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(تغابن ع ۲)

اور اگر تم درگزر کیا کرو اور نظر انداز کر دیا کرو اور معافی دے دیا کرو تو اللہ بھی بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

یہاں تک جو آیتیں درج ہوئیں وہ خطاب عام کی قبیل سے تھیں، اب ایک آیت سورۂ اعراف کے آخری رکوع کی پڑھیے جس میں خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (اعراف ع ۲۴)

(لوگوں کی بیہودہ باتوں اور جاہلانہ حرکتوں سے) آپ درگزر کرنے اور معاف کر دینے کا شیوہ اختیار کیجئے اور نیک کاموں کے لیے کہتے رہیئے اور ان جاہلوں، ناسمجھوں (کی جاہلانہ باتوں) کا کچھ خیال نہ کیجئے اور کوئی اثر نہ لیجئے۔

اور سورۂ قصص میں اللہ کے خاص فضل و انعام کے مستحق اہل ایمان کے اوصاف و اخلاق کا بیان کرتے ہوئے ان کی ایک خاص صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے:

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ

(باقی صفحہ ۷ پر)

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

عبادت وطاعت میں اعتدال

ایک روایت میں ہے کہ یہ روزے سب سے زیادہ افضل ہیں۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس سے زیادہ افضل نہیں سمجھتا۔

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق تین روزوں کو قبول کرتا تو یہ مجھے، میرے گھر والوں اور مال سے زیادہ محبوب ہوتے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم دن میں روزے رکھتے ہو اور رات کو عبادت کرتے ہو۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، فرمایا نہیں تم یہ نہ کرو۔ روزے رکھو اور افطار کرو، سوؤ اور جاگو۔ بیشک تمہارے جسم کا تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمانوں کا تم پر حق ہے۔ مہینے میں تین دن روزے رکھو، یہ تمہارے لیے کافی ہیں۔ تمہارے لیے اس میں دس گنا ثواب ہے۔ یہ پورے زمانے کے روزے ہیں۔ لیکن میں نے سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی، میں نے کہا یا رسول اللہ مجھ میں قوت ہے، آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو جیسے وہ رکھتے تھے اس سے زیادہ نہ رکھو۔ میں نے کہا حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے تھے آپ نے فرمایا آدھے زمانے کے۔

حضرت عبداللہ جب بوڑھے ہو گئے تو کہتے تھے اے کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ تم دن میں روزے رکھتے ہو اور رات کو قرآن پڑھتے ہو میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! اس میں میری نیت بھلائی کی ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے روزے رکھو، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے اور قرآن ہر مہینے ختم کرو۔ میں نے کہا یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا بیس دن میں ختم کرو۔ میں نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا دس دن میں ختم کرو۔ میں نے کہا یا نبی اللہ میں اس سے زیادہ طاقت پاتا ہوں۔ فرمایا سات دن میں ختم کرو اور اس پر زیادتی نہ کرو۔ بس میں نے سختی کی تو مجھ پر سختی کی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نہیں جانتے شاید تمہاری عمر لانبی ہو۔ آپ نے جو مجھ سے فرمایا تھا وہی ہوا۔ جب میں بوڑھا ہوا تو تمنا کرتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لیتا۔

ایک روایت میں ہے جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس کے روزے

نہیں (تین بار فرمایا)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ حضرت داؤد کے روزے محبوب تھے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو حضرت داؤد کی نماز محبوب تھی وہ نصف رات کو سوتے تھے اور تہائی رات کو عبادت کرتے تھے اور اس کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے اور دشمنوں سے لڑتے تھے تو بھاگتے نہیں تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ میرے باپ نے ایک حسب والی عورت سے میری شادی کی، وہ اپنی بہو سے پوچھا کرتے تھے کہ تمہارے شوہر کیسے ہیں وہ جواب میں کہتی تھیں کہ بڑے اچھے آدمی ہیں۔ جب سے ہم آئے ہیں نہ سوتے ہیں نہ ہماری کسی بات پر معترض ہوتے ہیں۔ اس کو ایک زمانہ ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا ان کو مجھ سے ملاؤ۔ جب میں ملا تو آپ نے فرمایا کہ تم کیسے روزے رکھتے ہو۔ میں نے کہا ہر روز۔ فرمایا۔ قرآن کیسے ختم کرتے ہو۔ میں نے کہا ہر رات میں ایک ۔ اور اسی طرح ذکر کیا جیسے اوپر گزر چکا ہے۔[1]

[1] حضرت عبداللہ

حالتوں کا فرق نفاق نہیں

حضرت حنظلہ بن الربیعؓ سے روایت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، کہ ایک دن ابوبکرؓ مجھ سے ملے اور میرا حال پوچھا۔ میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا۔ کہا سبحان اللہ! یہ تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو گویا ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں اور جب ہم اپنے گھر والوں کے پاس ہوتے ہیں تو بیوی بچے اور کھیتی باڑی میں بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم نے میرے دل کی کیفیت بیان کر دی میرا بھی یہی حال ہے پھر ہم دونوں چلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور میں نے کہا یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ کیا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو گویا ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور جب ہم اپنے گھر والوں کے پاس جاتے ہیں تو بیوی بچے، کھیتی باڑی کے شغل میں ہم بھول جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس حال میں تم میرے پاس رہتے ہو اگر اس پر ہمیشہ قائم رہو تو فرشتے تمہارے راستوں پر اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کریں۔ لیکن اے حنظلہ یہ بات گاہے گاہے ہے تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔ (مسلم)

بقیہ:- کتاب ھدایت

(قصص ع-٦)

اور جب وہ سنتے ہیں (جاہلوں اوباشوں سے) کوئی بیہودہ بات تو اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ بھائی ہمیں اپنے کیے کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے کیے کا بس ہمارا اسلام لو، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

اسی طرح سورۂ فرقان میں بھی اللہ کے خاص مقبول بندوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے:

وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ (فرقان ع ٦٤)

اور جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو وہ ان سے الجھتے نہیں بلکہ کہتے ہیں، بس بھائی! ہمارا اسلام!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے میرے اس دین میں کوئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔ (بخاری ومسلم)

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

ہم آپس میں مل کر کیسے رہیں؟

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ تو مرد مردوں کی ہنسی اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ اپنی جانوں کو عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے تو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو۔ بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو۔ اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیے تاکہ آپس میں شناخت کرسکو، بے شک تم میں سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیزگار ہے، بے شک اللہ جاننے والا ہے، باخبر ہے۔

ان آیات میں اہل ایمان کو چند نصیحتیں فرمائی ہیں۔

پہلی نصیحت

یہ فرمائی لایسخر قوم من قوم کہ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں اور کوئی کسی کے ساتھ تمسخر نہ کرے۔ چونکہ مردوں کا آپس میں زیادہ ملنا جلنا رہتا ہے اور عورتوں کا عورتوں سے زیادہ میل جول رہتا ہے اس لیے طرز خطاب یوں اختیار فرمایا کہ مرد، مردوں کا مذاق نہ اڑائیں اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ مردوں کو عورتوں کا اور عورتوں کو مردوں کا مذاق اڑانے کی اجازت دی گئی ہے ساتھ ہی اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ ہنسی کرنے والوں کو اس کا کیا حق ہے کہ کسی کا مذاق اڑائیں۔ اصل بڑائی ایمان اور اعمال صالحہ سے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور کوئی شخص دوسرے آدمی کے اعمال اور باطنی جذبات اخلاص و حسن نیت کو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے یا نہیں؟ موت کے بعد کون کس سے افضل ہوگا اس کا بھی علم نہیں ہوسکتا کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو۔ مردوں میں بھی یہی بات ہے اور عورتوں میں بھی یہی بات ہے۔ اگر موت کے بعد اپنے اچھے حال کا اور جس کا مذاق اڑا رہے ہیں اس کی بدحالی کا یقین ہو جاتا تو تمسخر کرنے کی کوئی وجہ بھی تھی لیکن جب اپنے ہی بارے میں علم نہیں کہ میرا کیا بنے گا تو دوسرے کا مذاق اڑانے کا کیا مقام ہے؟ کسی کا مذاق اڑانے میں ایک تو تکبر ہے کیونکہ مذاق اڑانے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ ہے اور اگر اپنے حالات کا استحضار ہو تو کبھی کسی کی برائی اور غیبت کرنے اور کسی کا مذاق اڑانے کی نہ ہمت ہو، نہ فرصت ملے دوسرے مذاق اڑانے میں ایذا رسانی بھی ہے اس سے اس کو قلبی تکلیف ہوتی ہے اور مسلمان کو ایذا دینا حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر (ایسا مذاق کہ جس سے اسے تکلیف پہنچے) اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

خوش طبعی کے طور پر جو آپس میں مذاق کیا جائے جسے عربی میں "مزاح" کہتے ہیں وہ درست ہے مگر جھوٹ بولنا اس میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر مزاح سے کسی کو تکلیف ہوتی ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی مزاح فرما لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس موقع پر بھی حق بات ہی کہتا ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۶)

یاد رہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مذاق اڑانا زبان سے ہی ہو۔ آنکھ سے یا ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کرکے کسی کا مذاق اڑانا (اسے معلوم ہو یا نہ ہو) یہ سب حرام ہے۔ سورۃ الہمزہ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے:

اوپر بیان کردہ آیت میں دوسری نصیحت یہ فرمائی ولا تلمزوا انفسکم (اور اپنی جانوں کو عیب نہ لگاؤ) یہ بھی بہت جامع نصیحت ہے۔ کسی کو طعنہ دینا اس کے جسم میں، بول چال میں، قد میں عیب ظاہر کرنا، زبان سے ہو یا اشارے سے، خط میں لکھ کر یا مضمون شائع کرکے لفظوں کے عموم میں یہ سب باتیں آگئیں، اگر کسی میں کوئی عیب موجود ہو تب بھی عیب ظاہر کرنے کے طور پر بیان کرنا حرام ہے۔ کسی دراز قد کو لم ڈھینگ یا المبو یا پستہ قد کو ٹھگنا بنا دیا، کسی کے ہکلے پن کی نقل اتار دی۔ جس کی چال میں فرق ہے اسے لنگڑا کہہ دینا، نابینا کو اندھا کہہ کر پکارنا، سیدھے آدمی کو بدھو کہنا یہ سب عیب لگانے کے زمرے میں آتا ہے یہ سب اور اس طرح کی جو باتیں عام طور پر رواج پذیر ہیں ان سب باتوں سے پرہیز کرنا لازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہہ دیا کہ صفیہ کا قد بس اتنا ہے (اور یہ بطور عیب لگانے کے کہا) آپ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ بولا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کرکے رکھ دے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

یاد رہے کہ ولا تلمزوا غیرکم نہیں فرمایا بلکہ ولا تلمزوا انفسکم فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک ہی ہیں۔ جب کسی کو کچھ کہیں گے تو وہ الٹ کر جواب دے گا۔ اس طرح سے اپنا عمل اپنی ہی طرف لوٹ کر آجائے گا، دوسرے کو عیب لگانے والا خود اپنی آبرو کا سبب بنے گا۔

اسی آیت میں تیسری نصیحت یہ فرمائی ولا تنابزوا بالالقاب (اور نہ ایک دوسرے کو برا لقب دینے اور برے القاب سے یاد کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مثلاً کسی مسلمان کو فاسق یا منافق یا کافر کہنا یا اور کسی ایسے لفظ سے یاد کرنا جس سے برائی ظاہر ہوتی ہو اس سے منع فرمایا۔ کسی کو کتا یا گدھا یا خنزیر کہنا کسی نومسلم کو اس کے سابق دین کی طرف منسوب کرنا یعنی یہودی یا نصرانی کہنا یہ سب تنابز بالالقاب میں آتا ہے یہ بھی حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے یہودی دین پر تھیں ان کا اونٹ مریض ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری اہلیہ زینب بنت جحش رضؓ سے فرمایا کہ اسے ایک اونٹ دے دو۔ انھوں نے کہا کہ میں اس یہودی عورت کو دے دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جواب کی وجہ سے غصہ ہو گئے اور ذی الحج اور محرم اور کچھ ماہ صفر کا حصہ ایسا گزرا کہ آپ نے زینب رضؓ سے تعلقات نہیں رکھے۔

(رواہ ابوداؤد ص ۲۷۶ ج ۲)

مسند احمد ص ۳۳۷۔ ۳۳۸ ج ۶ میں ہے کہ یہ واقعہ صفر کا ہے۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ آیت میں تنابزوا بالالقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے عنوان سے پکارا جائے مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ کہہ دیا جائے (معالم التنزیل) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عیب دار بتایا یعنی عیب لگایا تو یہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک خود اس گناہ کو نہ کرلے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴)

آگے چل کر اس آیت میں فرمایا گیا بئس الاسم الفسوق بعد الایمان اور ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مومن ہو، اگر کسی کا مذاق اڑاؤگے، عیب لگاؤگے برے لقب سے یاد کروگے تو یہ فسق کا کام ہوگا۔ کہنے والے کہیں گے کہ دیکھو وہ آدمی فاسق ہے مسلمان ہوکر فسق اور گناہ گاری کا کام کرتا ہے اپنی ذات کو برائی سے موصوف اور مشہور کرنا بری بات ہے۔ کوئی شخص مومن ہو اور اس کی شہرت گناہ گاری کے ساتھ ہو یہ بات اہل ایمان کو زیب نہیں دیتی جب اسلام کو اپنا دین بنا لیا تو اسلام ہی کے احکام پر چلیں اور صالحین میں شمار ہوں۔ فاسقین کی فہرست میں کیوں شمار ہوں۔ تفسیر قرطبی میں بئس الاسم الفسوق کا ایک معنی یہ لکھا ہے کہ جب کسی شخص نے گناہ کر لیا پھر توبہ کرلی تو اس کو فسق کے نام یاد کرنا بری بات ہے مثلاً نو مسلم کو کافر بتانا یا سابق گناہ کی وجہ سے زانی یا سارق یا چور کہنا بری بات ہے یعنی جس کے حق میں یہ بات کہہ رہے ہو اس کو برے لقب سے کیوں یاد کر رہے ہو؟ اس کی بے آبروئی کیوں کر رہے ہیں۔

اس آیت میں چوتھی نصیحت کے ذیل میں فرمایا: ومن لم یتب فاولئک هم الظلمون (اور جو گناہوں سے توبہ نہ کرے سو یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں) ان کا ظلم ان کی جانوں پر ہے تمام گناہوں سے توبہ کریں۔ عمومی حکم ان تینوں گناہوں سے توبہ کرنے کو بھی شامل ہے جن کا آیت بالا میں ذکر گزرا۔

پانچویں نصیحت کے طور پر فرمایا: یایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن (اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو) ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ان بعض الظن اثم (بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)

بات یہ ہے کہ بدگمانی بہت سے گناہوں کا باعث ہوتی ہے۔ بہت سے لوگوں میں وہ بات ہوتی ہی نہیں جسے محض اٹکل اور گمان سے طے کر لیا جاتا ہے اور پھر اپنے گمان کے مطابق تہمتیں لگاتے ہیں اور غیبتیں کرتے ہیں بدگمانی کی بنیاد پر جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ آگے بڑھتی ہیں۔ اس سے آپس میں فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے حالانکہ گمان اپنا ایک ذاتی خیال ہوتا ہے خیال کا صحیح ہونا ضروری نہیں، اسی لیے سورۃ النجم میں فرمایا ہے:۔

ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً (برا گمان حق کے بارے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا) مومنین سے اچھا گمان رکھیے اور بدگمانی سے پرہیز کیجیے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (یعنی گمان سے بچو، کیونکہ گمان سب باتوں سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۷)

یاد رہے کہ اگر کسی شخص سے کچھ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس سے میل جول میں احتیاط کرنا اور اس کے شر سے بچنے کے لیے یہ خیال کرنا کہ ممکن ہے کہ یہ مجھے کوئی تکلیف پہنچا دے۔ یہ اس گمان میں نہیں آتا جو گناہ ہے۔ اپنی احتیاط کرے، غیبت نہ کرے اور گمان کو یقین کا درجہ بھی نہ دے۔

آیت کریمہ میں فرمایا کہ اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض گمان گناہ نہیں ہوتے بلکہ محمود اور مستحسن بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ اچھا گمان رکھے کہ وہ بخش دے گا معاف فرما دے گا اور ساتھ ہی گناہوں سے بھی پرہیز کرتا رہے۔ نیز مسلمانوں کے ساتھ خاص کر جو مومنین صالحین ہوں اچھا گمان رکھا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن الظن من حسن العبادة کہ حسن ظن عبادت کی ایک صورت ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۷ از احمد و ابوداؤد)

البتہ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ایسے احوال و ایسے مواقع سے بچیں جن کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اور ساتھ رہنے والوں کو بدگمانی ہو سکتی ہو۔ وہ اپنے اعمال و احوال، چال ڈھال اور اقوال میں ایسا انداز اختیار نہ کریں جس سے لوگوں کی بدگمانی کا شکار ہو جائیں کیونکہ لوگوں کی نظروں میں برا بن کر رہنا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

اس آیت میں چھٹی نصیحت یوں فرمائی: ولا تجسسوا (اور تم تجسس نہ کرو) یعنی لوگوں کے عیوب کا سراغ نہ لگاؤ، اور اس تلاش میں نہ رہو کہ فلاں شخص میں کیا عیب ہے اور وہ تنہائی میں کیا عمل کرتا ہے۔ یہ تجسس کا مرض بھی بہت برا ہے۔ بہت سے لوگ اس میں مبتلا رہتے ہیں حالانکہ اس کا وبال بہت بڑا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اس کی سزا مل جاتی ہے اور تجسس کرنے والا ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے بہت سی مرتبہ تجسس میں بدگمانی کو استعمال کرنا پڑتا ہے جس کی ممانعت ابھی معلوم ہوئی مومن کا کام یہ ہے کہ اگر اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب دیکھے تو اس کو چھپائے نہ یہ کہ کسی کے عیب کے پیچھے پڑے اور ٹوہ لگائے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کی کوئی ایسی چیز دیکھ لی جس کے ظاہر ہونے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا پھر اس کو چھپا لیا تو اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ جیسے کسی نے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو زندہ کر دیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۴)

حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ اے وہ لوگو، جو زبانی طور پر مسلمان ہو گئے اور ان کے دلوں میں ایمان نہیں پہنچا مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، ان پر عیب نہ لگاؤ، ان کے چھپے ہوئے حالات کی تلاش میں نہ لگو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے پوشیدہ عیب کے ظاہر ہونے کے پیچھے پڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چھپے ہوئے عیب کا پیچھا کرتا ہے یہاں تک کہ اسے رسوا کرتا ہے اگرچہ وہ

اپنے گھر کے اندر ہو۔ (رواہ الترمذی)

یاد رہے کہ جس طرح سے بھی کسی کے عیب یا گناہ یا بدحالی کا پتہ چلایا جائے یہ سب تجسس میں داخل ہے۔ چھپ کر باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا ظاہر کر کے کسی کی باتیں معلوم کر لینا یہ سب تجسس ہے جو ممنوع ہے۔

اس آیت میں ساتویں نصیحت یہ درج ہے کہ ولا یغتب بعضکم بعضا کہ (تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو) مزید فرمایا: ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ (کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو) یعنی غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے جیسے تمہیں مردہ بھائی کا گوشت کھانا گوارا نہیں اسی طرح غیبت کرنا بھی ناگوار ہونا لازم ہے۔ بات یہ ہے کہ غیبت بہت بری بلا ہے۔ نمازی اور تقویٰ کے دعویدار اور اپنی بزرگی کا گمان رکھنے والے تک اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یہاں دنیا میں کچھ محسوس نہیں ہوتا قیامت کے دن جب اتنی چھوٹی سی زبان کی کھیتیاں کاٹنی پڑیں گی اس وقت احساس ہوگا کہ ہائے ہم نے کیا کیا۔ لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ دے گا۔ اب اس بات کو سمجھیں کہ غیبت کیا چیز ہے؟

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے سوال فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ عرض کیا' اللہ اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکرک اخاک بما یکرہ کہ تمہارا اپنے بھائی کو اس طرح یاد کرنا کہ اسے برا لگے یہ غیبت ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا جو بات میں بیان کر رہا ہوں اگر وہ میرے بھائی کے اندر موجود ہو تو اسے بیان کرنے کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: اگر تیرے بھائی میں وہ عیب کی بات موجود ہے جسے تو بیان کر رہا ہے تب ہی تو غیبت ہوئی اور اگر تو نے کوئی ایسی بات بیان کی جو اس کے اندر نہیں تھی تب تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

(رواہ مسلم ص ۳۲۲ ج ۲)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی کا واقعی عیب یا گناہ بیان کرنا ہی غیبت ہے۔ اگر جھوٹی بات کسی کے ذمے لگا دی تو وہ تہمت دھرنا ہوا۔ اس میں دو گناہ ہے۔ ایک گناہ تہمت دھرنے کا دوسرا غیبت کرنے کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ اپنے بھائی کو ایسے طریقے پر یاد کرنا جس سے اسے ناگواری ہو۔ اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ سامنے کہنا بھی غیبت ہے اور تہمت دھرنا بھی غیبت میں شامل ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں سننے والے کو ناگوار ہوتی ہیں۔ غیبت کی بنیاد یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ اسے برا لگے' سامنے ہو یا پیچھے' جو لوگ غیبتیں کرتے ہیں پھر یوں کہہ دیتے ہیں کہ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں میں اس کے منہ پر بھی کہہ سکتا ہوں۔ حدیث بالا سے ان کی جرأت بے جا کا پتہ چلا۔ ایسے لوگ نفس اور شیطان کے دھوکے میں ہیں گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں جس کا عذاب اور وبال بہت بڑا ہے اور سمجھتے یوں ہیں کہ ہم گناہ سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ سمجھ دے۔ (آمین)

غیبت کا تعلق چونکہ حقوق العباد سے بھی ہے اس اعتبار سے غیبت سے بچنے کا اہتمام کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص زنا کر لیتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے اور اگر کوئی شخص غیبت کرے تو اس وقت تک اس کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵)

بات یہ ہے کہ غیبت کرنے میں حق اللہ اور حق العبد دونوں ضائع کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے چونکہ غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے غیبت کرنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور چونکہ بندے کی بھی بے آبروئی کی ہے اس لیے اس کا حق بھی ضائع کیا اس کا نام احترام سے لیا جاتا یا کم از کم اس کی برائی نہیں کی جاتی جب غیبت کرلے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی مانگ لے۔ البتہ بعض اکابر نے یہ فرمایا ہے کہ اگر اسے اطلاع پہنچ گئی ہو تو معافی مانگ لے اور اگر اطلاع نہ پہنچی ہو تو اس کے لیے اتنی بار مغفرت کی دعا کرے کہ دل یہ گواہی دے دے کہ غیبت کی تلافی ہوگئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے لیے استغفار کرے جس کی غیبت کی ہو اور یوں دعا کرے: اللھم اغفرلنا ولہ (اے اللہ ہماری اور اس کی مغفرت فرما دے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات کو مجھے معراج کرائی گئی ایسے لوگوں پر میرا گزر ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی بے آبروئی کرتے تھے (رواہ ابوداؤد ص ۳۱۳ ج ۲) غیبت کرنے والے آیت کریمہ اور احادیث شریفہ کے مضامین میں اس سلسلے کی وعیدوں پر غور کریں۔

جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت کا سننا بھی حرام ہے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کر رہا ہو تو سننے والے پر لازم ہے کہ اس کا کاٹ کرے اور جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرے۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے اپنے بھائی کی طرف سے دفاع کیا جس کا غیبت کے ذریعے گوشت کھایا جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے کہ اسے دوزخ سے آزاد کر دے۔ حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی طرف سے دفاع کرے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ذمے ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس سے دور رکھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ وکان حقا علینا نصر المومنین تلاوت فرمائی۔ (ذکرھا صاحب المشکوٰۃ ص ۴۲۴)

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی منافق کی باتوں سے کسی مومن کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا اور جس نے کسی مسلمان میں کوئی عیب ظاہر کیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے پل پر روک دے گا جب تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نہ نکل جائے یعنی معافی مانگ کر اسے راضی نہ کرے جس کو عیب دار بتایا تھا۔

(رواہ ابوداؤد ص ۳۱۳ ج ۲)

حضرت جابر اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی مسلمان کی کسی جگہ بے حرمتی کی جا رہی ہو اور اس کی آبرو گھٹائی جا رہی ہو اور وہاں

جو شخص موجود ہو اس کی مدد نہ کرے (یعنی برائی کرنے والے کو اس کے عمل سے نہ روکے) اللہ تعالیٰ ایسی جگہ میں اسے بغیر مدد کے چھوڑ دے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا اور جس کسی نے مسلمان کی ایسی جگہ مدد کی جہاں اس کی آبرو گھٹائی جا رہی ہو اور بے حرمتی کی جا رہی ہو، اللہ تعالیٰ اس شخص کی ایسی جگہ میں مدد فرمائے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۴)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ غیبت کرنا بھی حرام ہے اور غیبت سننا بھی حرام ہے اور یہ کہ اگر کسی کے سامنے کوئی شخص کسی کی غیبت کرنے لگے تو اس کا دفاع کرے۔

یہ جو ارشاد فرمایا: ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو۔

اس بارے میں حدیث شریف میں ایک واقعہ مروی ہے کہ ایک صحابی نے زنا کر لیا تھا جن کا نام ماعزؓ تھا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے ایسا کیا ہے پھر ان کو سنگسار کر دیا گیا۔ ایک شخص نے اپنے ساتھی سے راہ چلتے ہوئے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی لیکن اس سے رہا نہ گیا یہاں تک کہ کتے کی طرح اس کو رجم کیا گیا یعنی پتھر دل سے مارا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی اور خاموشی اختیار فرمائی پھر کچھ دور آگے بڑھے تو ایک مردہ گدھے پر گزر ہوا جو اوپر کو ٹانگ اٹھائے ہوئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فلاں فلاں کہاں ہیں (ایک بات کہنے والا اور دوسرا بات سننے والا)

انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں۔ فرمایا تم دونوں اترو اور اس مردار گدھے کی نعش سے کھاؤ۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس میں سے کون کھا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جو ابھی ابھی تم نے اپنے بھائی کی بے آبروئی کی ہے وہ اس گدھے کی نعش کھانے سے زیادہ سخت ہے

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک وہ (ماعزؓ) اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۶۱۲ ج ۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ شخص کی غیبت کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ زندہ کی غیبت کرنا حرام ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ زبان ہی سے جو غیبت کی جائے وہی غیبت ہو، آنکھ کے اشارے سے، ہاتھ کے اشارے سے، نقل اتارنے سے بھی غیبت ہوتی ہے۔ کسی کی اولاد میں عیب نکالے، کسی کی بیوی کا کوئی عیب بیان کر دے اس میں دوہری غیبت ہے، باپ کی بھی اور اولاد کی بھی اور بیوی کی بھی اور شوہر کی بھی۔ بہت سے لوگوں کو غیبت کا ذوق ہوتا ہے جس سے ملتے ہیں جہاں ملتے ہیں کسی نہ کسی کا برائی سے تذکرہ کر دیتے ہیں اور آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔

اگر کسی شخص کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کسی ظالم کا حال بیان کر دیا جائے تو اس طرح کی غیبت حرام کے زمرے میں نہیں آتی۔

اس آیت میں آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے کا حکم فرما دیا اور ساتھ ہی ان اللہ تواب رحیم بھی فرمایا کہ بلاشبہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔ جس کسی سے جو گناہ ہو گیا اس سے توبہ کرے اور کسی بندے کا کوئی حق مار لیا ہو، غیبت کی ہو، بے آبروئی کی ہو، اس سے بھی معاف کرا لے، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا، معاف فرما دے گا۔

نویں نصیحت کے طور پر اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھارے چھوٹے چھوٹے قبیلے بنا دیے تاکہ آپس میں جان پہچان ہو کہ یہ فلاں قبیلے کا

ہے اور یہ فلاں خاندان کا ہے آدمی ہونے میں برابر ہو کیونکہ سب آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہو، لہٰذا آدمیت میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور اصل فضیلت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر ہے اور وہ فضیلت تقویٰ سے ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے) اس آیت کریمہ میں فضیلت کا معیار بتا دیا ہے۔ اس کے برخلاف لوگوں کا یہ حال ہے کہ بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، نمازوں کے بھی تارک ہیں، زکوٰتیں بھی نہیں دیتے، فسق و فجور میں بھی مبتلا ہیں، حرام کھاتے ہیں اور حرام کھلاتے ہیں لیکن نسب کی بڑائی بگھارتے ہیں۔ سید اور ہاشمی اور صدیقی اور فاروقی، عثمانی، علوی، انصاری، شیخ، ملک، چودھری اور دیگر نسبتوں کے بغیر اپنا نام ہی نہیں بتاتے۔ آ رہے ہیں سید صاحب، داڑھی منڈی ہوئی ہے پتلون پہنے ہوئے ہیں، ٹائی لگی ہوئی ہے، بینک کے منیجر ہیں، اپنے نانا جان سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اعمال سے کچھ بھی نسبت نہیں، ظاہر اور باطن دشمنوں کے ہاتھ بکا ہوا ہے اور ہیں سید صاحب۔ یہی حال دوسری نسبتیں استعمال کرنے والوں کا ہے۔ یہ لوگ جن قوموں کو کمتر جانتے ہیں ان کے علماء و صلحاء نمازی اور متقی حضرات کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کچھ لوگ سفید اور سرخ رنگ ہونے کی وجہ سے اور کچھ لوگ عربی ہونے کی وجہ سے اپنی فضیلت کی خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تو کسی گورے اور کالے سے بہتر نہیں ہے الا یہ کہ تو تقویٰ میں بڑھ جائے (رواہ احمد عن ابی ذر رضی اللہ عنہ ۵-۱۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صفا پر چڑھ کر قریش سے خطاب فرمایا کہ اپنی جان کو دوزخ سے بچا لو، میں قیامت کے دن تمھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بنی کعب، بنی مرۃ، عبد شمس، بنی عبد مناف، بنی ہاشم، بنی عبد المطلب، بنی قریش سب سے الگ الگ خطاب فرمایا اور ان سے یہی فرمایا انقذوا انفسکم من النار کہ اپنی جانوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ اپنے چچا عباسؓ بن عبد المطلب اور اپنی پھوپھی صفیہؓ اور اپنی بیٹی فاطمہؓ سے بھی خاص طور سے یہ خطاب فرمایا۔ (رواہ البخاری ومسلم کما فی مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۶۴)

نسب کی بنیاد پر نجات نہیں ہوگی ایمان کی بنیاد پر نجات ہوگی اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر رفع درجات ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی اہل ایمان ہی کے لیے ہوگی۔

جزوی طور پر جو نسبی شرف کسی کو حاصل ہے اس کے بل بوتے پر گناہ کرتے چلے جانا اور اپنے کو دوسری قوموں کے متقی لوگوں سے برتر سمجھنا یہ بہت بڑے دھوکے کی بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت (یعنی متکبرانہ مقابلہ بازی) کو اور باپوں پر فخر کرنے کو ختم کر دیا ہے اب تو بس مومن متقی ہے یا فاجر شقی ہے۔ انسان سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی کما فی المشکوٰۃ ص ۴۱۸)

دسویں نصیحت یہ کہ ان اللہ علیم خبیر (بے شک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے) اس لیے ہر چیز کا استحضار رہے کیونکہ اللہ علیم و خبیر ہے کس کا درجہ کیا ہے کون ایمان دار ہے کون بے ایمان ہے کون گناہوں میں لت پت ہے اور آخرت میں کس کا کیا انجام ہونے والا ہے

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

عمل کا معیار

ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی افضل الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۰

اسلام میں کسی نیک عمل کی قبولیت کے لیے دو معیار رکھے گئے ہیں ایک معیار وہ ہے جس سے اس عمل کی صحت اور درستگی کا پتہ چلتا ہے اور دوسرا معیار وہ ہے جس سے اس عمل کے اللہ کے ہاں قبول ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

کسی نیک عمل کے صحیح اور درست ہونے کا معیار یہ ہے کہ اسے شریعت اسلامیہ کے بتائے ہوئے طریقے اور اس کی تعلیمات کے مطابق ادا کیا جائے اگر اس عمل کے بجالانے میں اسلامی تعلیمات کی رعایت نہ کی گئی تو وہ عمل سرے سے درست ہی نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ ان کو عبادت کرنے اور نیک اعمال بجالانے کے طریقے سکھائے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو نماز کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

واقیموا الصلوٰۃ

"اور نماز قائم کرو"

اب بندے نماز کیسے قائم کریں اس کی تفصیل قرآن کریم میں نہیں بیان کی گئی چنانچہ جب نماز کا حکم نازل ہوا تو جبریل امین کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھایا گیا۔ پانچ نمازوں کے اوقات بتلائے گئے۔ آپ نے وہی نماز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ادا کی جس کی ابتدا اللہ اکبر سے ہوتی ہے اور جس کا اختتام السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

صلوا کما رأیتمونی اصلی

"تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو"

اسی طرح روزے کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر امت کے سامنے اس کی عملی شکل پیش فرمائی۔

اسی طرح جب زکوٰۃ کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو زکوٰۃ کی تفصیلات سکھائیں کہ سونے چاندی اور روپے پیسے میں کتنی زکوٰۃ ادا کرنی ہے مویشیوں میں کتنی ہے اور غلہ جات میں اس کی کیا مقدار ہے۔

قرآن کریم میں جب حج ادا کرنے کا حکم نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حج فرض ادا فرمایا اور مناسک حج اونٹ پر سوار ہو کر ادا فرمائے کہ ہر شخص آپ کو دیکھ کر احکام حج سیکھ سکے اور یہ اعلان بھی فرما دیا۔

خذوا عنی مناسککم

اسی طرح قرآن کریم میں نازل شدہ

احکام حدود اور اخلاق و آداب وغیرہ سب کا عملی نمونہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے پیش فرمایا ہے یہاں تک کہ ۲۳ سال کے عرصہ میں آپ پر یہ دین مکمل ہو گیا اور حجۃ الوداع میں اس کی تکمیل کا اعلان کر دیا گیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ہ (المائدہ۔۳)

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لیے پسند کیا ہے اسلام کو دین۔"

اور اس اسلام کو اب ایمان و اعمال کا معیار بنا کر اعلان کر دیا گیا کہ اب اس اسلام کے معیار کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص کسی اور معیار کو تلاش کرے گا تو وہ قابل قبول نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین (آل عمران: ۸۵)

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کا خواہش مند ہوگا تو اس کا وہ دین ہرگز مقبول نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔"

اور اس معیار کے لیے دو بنیادی چیزوں کو متعین فرما دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں جن اہم امور کو ذکر فرمایا ہے ان میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے:

ترجمہ: میں نے تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم نے ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت۔"

اس معیار کی اہمیت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد

"جو شخص ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہماری شریعت کی کوئی دلیل نہ ہو تو وہ عمل مردود اور ناقابل قبول ہے۔"

کسی نیک عمل کے اللہ کے ہاں قابل قبول ہونے کا دوسرا معیار یہ ہے کہ اس عمل کے بجالانے میں اس کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہونا چاہیے اپنی شہرت کو دکھاوا یا دنیا کا کوئی اور مقصد نہ ہونا چاہیے اس کو اخلاص سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو وہی عمل پسند ہے جو اخلاص سے بجالایا جائے ایسے عمل کو وہ قبولیت کا شرف بخشتے ہیں اور اس پر دنیا اور آخرت میں اچھا بدلہ اور انعام عنایت فرماتے ہیں۔

کسی نیک عمل کو اخلاص کے ساتھ اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے ادا کرنا ایسا معیار ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام اور سابقہ امتوں کو بھی اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: حالانکہ ان اہل کتاب کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر خالص اللہ کی اطاعت کے اعتقاد سے اس کی عبادت کیا کریں اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ درست اور مضبوط ہے۔" (البینۃ:۵)

قرآن کریم نے ایسے نیک مسلمانوں کی جا بجا مثالیں پیش کی ہیں جو ہمیشہ اچھے کام کرتے وقت ان دونوں قسم کے معیاروں کا خیال رکھتے ہیں اس میں عام مسلمانوں کے لیے ترغیب بھی ہے اور آسانی بھی ہے تاکہ وہ ان مثالوں کو سامنے رکھ کر ویسا ہی عمل کریں۔

نیک اعمال میں ایک عمل یہ بھی ہے کہ فقراء و مساکین اور محتاج انسانوں کو کھانا کھلایا جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور اس

کارِ خیر سے مقصد صرف رضائے الٰہی ہو اپنی شہرت اور دکھلاوا نہ ہو۔ سورۂ دہر میں ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس معیار پر پورے پورے اترتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ: "وہ کہتے ہیں کہ ہم تو تم کو محض اللہ کی رضا جوئی کی غرض سے کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے کسی بدلے اور شکریے کے خواہش مند نہیں ہیں۔"

اس کے بعد پوری گیارہ آیتوں میں ان مخلصین کو جنت میں دی جانے والی نعمتوں کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں ان سے یہ کہا جائے گا، ان ھذا کان لکم جزاءً وکان سعیکم مشکورًا۔

"یہ سب نعمتیں تمہارا بدلہ ہیں اور تمہاری محنت قبول ہوئی۔"

دنیا میں مصائب اور تکلیفوں میں مسلمان مبتلا ہوتا ہے اور ان پر صبر اختیار کرتا ہے اور صبر اختیار کرنے میں بھی اسی معیار کو سامنے رکھتا ہے سورۂ رعد میں ایسے لوگوں کا ذکر اس طرح فرمایا:

والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم

ترجمہ: اور نیز یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی رضا جوئی کی غرض سے تکالیف پر صبر کرتے ہیں۔"

بہرحال ایک مومن کا یہ فرض ہے کہ جب بھی وہ کسی نیک عمل کو بجالانے کا ارادہ کرے تو اس کے سامنے یہ دو معیار ضرور ہونے چاہئیں۔ ایک یہ کہ اسے شرعی معیار کے مطابق ادا کرے اور دوسرا معیار یہ کہ اس کے ادا کرنے میں صرف رضائے الٰہی مقصود ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کی اتباع اور اس میں اخلاص کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سجاد مرزا گوجرانوالہ

اے حبیبِ خدا خاتم الانبیاء، ذکر کرتا ہے ربِ علیٰ آپ کا
جن و انساں ملائک ہیں محوِ ثنا، میرے آقا ہے یہ مرتبہ آپ کا
نورِ افشاں سبھی راستے ہو گئے، سارے اسریٰ کے اسرار بھی کھل گئے
لوحِ احساس پر جب دکھائی دیا، روشنی کا نشاں نقشِ پا آپ کا
ایک مدت سے دوری مقدر میں ہے جانے کب مجھ کو اذنِ حضوری ملے
میں خطاکار، عاجز ہوں، مسکین ہوں، کملی والے ہوں لیکن گدا آپ کا
مرکزِ جذبِ دل آپ کا آستاں، عاصیوں کے لیے جائے امن و اماں
غمزدوں کے لیے آپ ہیں مہرباں، ہے کھلا باب جود و سخا آپ کا
بے قراری کو یوں ہی قرار آئے گا، ہر صعوبت کا احساس مٹ جائے گا
ہر اندھیرا مقدر کا چھٹ جائے گا، روضہ دیکھوں جو خیر الوریٰ آپ کا
تاجدارِ زمیں آسماں آپ ہیں، دونوں عالم پہ سایہ فگن آپ کا
فرش سے عرش تک روزِ محشر تلک ذکر ہوتا رہے گا سدا آپ کا
عرضِ بطحا میں پہنچوں یہ مقدر رہو، آبِ زمزم پیوں تشنگی دور ہو
میں ہوں امیدوارِ نگاہِ کرم، میں ہوں سرکار مدحت سرا آپ کا

بقیہ:۔ اپنی بہنوں سے

سیدھے راستہ پر لگانے میں اپنے مسلمان بھائیوں کا بڑا ہاتھ بٹایا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن حضرت فاطمہؓ کی کوشش سے مسلمان ہوئے۔ حضرت ابو طلحہؓ نے جب ام سلیم سے نکاح کی خواہش کی تو ام سلیم نے شرط لگائی کہ تم مسلمان ہو جاؤ، وہ مسلمان ہو گئے اور نکاح ہو گیا۔ ام سلیم نے اپنا مہر معاف کر دیا اور کہا کہ میرا مہر اسلام ہے۔ فتح مکہ کے وقت عکرمہ ابن ابو جہل جو اسلام کے سخت ترین دشمن تھے یمن بھاگ گئے، ان کی بیوی ام حکیمؓ ان کے پیچھے یمن گئیں اور ان کو واپس لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت ام شریک کا یہ مشغلہ تھا کہ قریش کی عورتوں میں چھپ چھپ کر اسلام کی دعوت دیتیں، ان کی کوششوں کی وجہ سے قریش کی بہت سی عورتوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آخر کار قریش نے ان کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ ہیں چند مثالیں ان پاک بیبیوں کی جن پر تمام بہنیں فخر کرتی ہیں اور ان کی غلامی اپنی سعادت سمجھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں بہنوں کو بھی ان پاک بیبیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تبلیغ دین کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

نقشِ کفِ پا حضورؐ کے

عمر انصاری

رکھے وہاں قدم تو کچھ ایسا عمر لگا
عالم تمام اپنی ہی گردِ سفر لگا
بے سایہ دل کا دشت تھا لیتے ہی ان کا نام
حیران ہوں کہاں سے یہ آ کر شجر لگا
بیٹھا ہوا ہوں چھاؤں میں ان کے خیال کی
اے زندگی بتا تجھے کیسا یہ گھر لگا
تجھ سے اِدھر کی بات کروں بھی تو کیا کروں
دنیا نہ مجھ کو چھیڑ کہ جی ہے اُدھر لگا
آئے ہیں جب سے گنبدِ خضریٰ کو دیکھ کر
اٹھے ہے جب نظر وہیں پہنچے ہے پر لگا
اس خاک پر ہیں نقشِ کفِ پا حضورؐ کے
یہ سوچ کر تو اور سوا دل کو ڈر لگا
دل میں لگا رکھے ہیں جو ساری ساری رات
میلے وہی یہاں مری اے چشمِ تر لگا
پھر دل ہے بیقرار بہت اے خدا مرے
نالوں کو بے زبان دعاؤں کے پر لگے
مولیٰ ترے عمر کی تجھی سے لگی ہے آس
اس شاخِ بے ثمر میں بھی کوئی ثمر لگا

عبداللہ عظام ناصر آبادی

اسلام میں

تربیت اولاد کی اہمیت

ہم اپنی اولاد کی تربیت کس طرح کریں؟ اپنی اولاد کو مقتدر قوم اور ملک وملت کا مخلص کس طرح بنائیں ان کی جسمانی تربیت کس طرح کریں؟ ان کو مختلف بیماریوں سے کس طرح بچائیں؟ غرض ان جیسے کئی سوالات ہیں جو درد دل رکھنے والے فکرمند والدین کے دل ودماغ میں گردش کرتے ہیں۔ عملی طور پر دنیا کے مختلف نظاموں میں ان سوالات کے جوابات مختلف طریقوں سے دیے جاتے ہیں۔ کوئی اس کا واحد حل "ینگ چلڈرن نرسری" اور ٹی وی کے کارٹون پروگرام فلم اور ڈرامے بتاتا ہے اور بعض لوگ کچھ اور غیر فطری طریقے بچے کی تربیت کے لیے اپناتے ہیں۔

جبکہ اسلام وہ نظام فطرت اور رب العالمین کا پوری انسانیت کی بھلائی کے لیے بھیجا ہوا ایسا نظام ہے جس کی تعلیمات پوری انسانیت کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی ضمانت دیتی ہیں۔ چنانچہ اسلام نے ان نونہالوں کی تربیت کے سلسلے میں وہ اعلیٰ وارفع تعلیمات اپنے پیروکاروں کو دی ہیں جن پر عمل کرنے سے انسانی معاشرے میں اعلیٰ صفات انسانیہ سے متصف انسان ہی پرورش پاتا ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو بڑی گہرائی کے ساتھ انسانی معاشرے کی ضروریات کا جائزہ لیتا ہے اور انسان کے مستقبل کو تابناک بنانے، اس کو اعلیٰ صفات انسانیہ سے متصف کرنے پر خاص توجہ دیتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات اور احکام کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

چونکہ بچے کا وجود میں آنا عام طور پر مرد وعورت کے ذریعے ہی متصور اور ممکن ہے۔ لہٰذا اس کے جائز اور مہذب طریقے یعنی عقد نکاح کی اہمیت اور ضرورت کو اسلام نے تمام انسانوں پر واضح کر دیا ہے۔ عقد نکاح جو انسانی معاشرے کی اہم ضرورت ہے تو اسلام جو نظام فطرت بلکہ عین فطرت ہے کیونکر اس کی اہمیت کو بیان نہ کرے۔ چنانچہ اسلام ان تمام امور کا سختی کے ساتھ نہ صرف انکار بلکہ سخت تردید کرتا ہے جو انسانی فطرت سے متصادم ہوں اسلام رہبانیت یعنی الگ تھلگ رہنے کی سختی سے تردید کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "عن سعد بن ابی وقاص رضؓ. ان اللہ ابدلنا بالرھبانیۃ الحنفیۃ السمحۃ" (۱) کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہمیں رہبانیت کے بدلے میں سیدھا اور نرم دین دیا ہے۔

جس کے پاس جسمانی اور مالی استطاعت اور طاقت ہو اس کے لیے عقد نکاح کی ضرورت قرار دیتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: من کان موسرا لأن ینکح ثم لم ینکح فلیس منی (۲) جو شخص نکاح کی صلاحیت اور استطاعت رکھتا ہو اور نکاح نہ کرے وہ مجھ سے نہیں"! کیونکہ اس نے عملی طور پر فطرت سے انکار کر دیا۔ اسی نکاح کے بندھن کے لیے اسلام نے ان تمام پاکیزہ اصولوں کی تعلیم دی ہے تاکہ اس بندھن کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہو وہ ہر لحاظ سے صحیح سلامت، قوی، مضبوط اور اعلیٰ صفات انسانیہ سے متصف ہو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: تزوجوا فی الحجر الصالح (۳) کہ تم نکاح کے لیے نیک اور صالح عورت کو اختیار کرو۔

حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ اولاد کا باپ پر ایک حق یہ ہے کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے (۴)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے تنکح المرأۃ لاربع، لمالها ولجمالها ولحسبها، ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک (۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی عورت کے ساتھ شادی یا تو مال وجمال کی وجہ سے کی جاتی ہے یا حسب ونسب کی وجہ سے یا اس کی دین داری اور دین دوستی کو دیکھ کر اس کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے فرمایا کہ تم کامیابی حاصل کرو دین دار عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: واذا اتاکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ولا تفعلوا تکن فتنۃ وفساد عریض (۶) کہ "جب تمھارے پاس (لڑکی کے اولیا سے خطاب) کوئی اچھے دین دار اور با اخلاق لڑکے کا رشتہ آجائے تو تم اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کراؤ۔ اگر دین دار اور خوش اخلاق ہونے کے باوجود تم اس کا رشتہ قبول نہیں کروگے تو نہ ختم ہونے والا فساد اور فتنہ برپا ہو جائے گا۔

اس سے بڑا فساد اور فتنہ کیا ہو سکتا ہے کہ آج اپنی لڑکی کو دین دار اور خوش اخلاق شخص کے نکاح میں نہیں دیا اور کل یہ کسی فاسق وفاجر اور نااہل کے نکاح میں چلی جائے اور اس سے ہونے والی اولاد بھی ان کی ناچاقی کی وجہ سے تربیت سے محروم رہ جائے گی۔

اسی طرح شریعت مطہرہ کی یہ تعلیم بھی ہے کہ تم نکاح ایسے خاندان میں کرو جس کے ساتھ تمھاری قرابت نہ ہو، کیونکہ پرائے خاندان میں شادی بچے کے جسمانی اور عقلی نشوونما میں زیادہ نفع بخش ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لاتنکحوا القرابۃ فان الولد یخلق ضاویا (۷) اور ارشاد ہے اغتربوا لا تضووا (۸) کہ تم اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے خاندان میں رشتہ قائم کرو تاکہ تمھاری آنے والی نسل عقل وفکر اور جسم کے اعتبار سے زیادہ مضبوط اور قابل صلاحیت ہو۔

بچے کی پیدائش کے بعد بچے کی تربیت کے سلسلے میں شریعت مطہرہ نے جو احکام اور تعلیمات دی ہیں ان سب کا احاطہ کرنا چونکہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں اس لیے بعض احکامات کا تذکرہ اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے

بچے کے کانوں میں اذان اور اقامت

بچے کی تربیت کے سلسلے میں شریعت مطہرہ نے ہمیں ایک حکم یہ دیا ہے کہ نوزائیدہ بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ مسلمان ہونے کے ناطے والدین کا فرض بنتا ہے کہ ان کے بچے کے کان میں سب سے پہلی آواز جو پڑے وہ اللہ جل شانہ کی کبریائی اور عظمت کی آواز ہو اور اذان کے کلمات سے چونکہ شیطان بھاگتا ہے جبکہ نوزائیدہ بچے کے لیے شیطان تاک لگا کر بیٹھا

ہوتا ہے اس لیے اس کو اذان کے ذریعے بھگانا چاہیئے۔ اسی طرح جب انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کو کلمۂ توحید کی تلقین کی جاتی ہے بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو بھی اس کو کلمۂ توحید کی تلقین کرنی چاہیئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: عن الحسن بن علیؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من ولد له مولود فاذن فی اذنه الیمنی واقام فی اذنه الیسریٰ لم تضر ام الصبیان (۹) کہ جس نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے اس کو "ام الصبیان" (ایک بیماری ہے جو بچوں کو لاحق ہوتی ہے) کوئی ضرر نہیں پہنچائے گی۔

حضرت ابورافعؓ کی روایت ہے میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے کان میں اذان دی (۱۰)

تسمیہ (بچے کا نام رکھنا)

شریعت مطہرہ کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ نوزائیدہ بچے کا اچھا نام رکھا جائے اور اولاد کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی شمار کیا ہے کہ اس کا اچھا نام رکھا جائے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم تدعون یوم القیامة باسمائکم واسماء ابائکم فاحسنوا اسمائکم (۱۱) قیامت کے دن تمھیں اپنے اور آباء و اجداد کے ناموں سے بلایا جائے گا اس لیے تم اپنے نام اچھے رکھو۔ والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچے کا ایسا نام تجویز نہ کریں جس کی وجہ سے لوگ اس کا مذاق اڑائیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغیر الاسم القبیح (۱۲) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برے نام کو تبدیل کرتے تھے اور حضرت عمرؓ سے جب پوچھا گیا کہ اولاد کا باپ پر کیا حق ہے؟ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ ان ینتقی امه ویحسن اسمه ویعلمه القرآن (۱۳) کہ بیٹے کا حق ہے کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے اور اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو قرآن کی تعلیم دے۔

رضاعت (دودھ پلانا)

بچے کی جسمانی اور عقلی تربیت کے سلسلے میں ماں پر لازم ہے کہ اس کو مدت رضاعت میں اپنا دودھ پلا دے تاوقتیکہ اس کا معدہ دوسری غذا کا متحمل ہو جائے تاکہ اس کے جسم میں پختگی اور صحت دونوں اعتبار سے اس کی صحیح نشوونما ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة (۱۴) اور مائیں پلائیں دودھ اپنے بچوں کو دو سال مکمل، یہ اس کے لیے ہے جو مکمل مدت رضاعت میں دودھ پلانا چاہے۔

جب بچہ دو سال کی عمر کا ہو جائے اور بولنے لگے تو والدین کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اس کو کلمہ توحید سکھائیں حدیث شریف میں آتا ہے: افتحوا علی صبیانکم اول کلمة بلا اله الا الله (۱۵) کہ تم سب سے پہلے اپنے بچوں کو کلمہ توحید سکھلاؤ تاکہ کلمۂ توحید سب سے پہلا وہ کلمہ ہو جو اس کی زبان پر چلے جیسے کہ سب سے پہلی آواز جو اس کے کانوں میں پڑی تھی وہ کلمۂ توحید کی آواز تھی۔

معاشرے میں رہن سہن کے آداب

بچے کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولا جائے اور نہ کبھی اس سے جھوٹ بلوائے اور جھوٹ سے نفرت اس کی طبیعت میں

بٹھایا جائے تاکہ سچ بولنا اس کی طبیعت میں رچ بس جائے ہر حال میں اس کو سچ بولنے کی تاکید کی جائے اور جھوٹ بولنے پر اس کو مناسب ڈانٹ ڈپٹ کی جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

ترجمہ: عبداللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دن اپنی والدہ نے بلایا رحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے) کہ آؤ ہم آپ کو کچھ دیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا واقعی کچھ دینے کی نیت تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس ایک کھجور تھی اور کھجور اس کو دینے کی نیت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دینے کی نیت نہ ہوتی تو یہ تمھاری طرف سے بڑا جھوٹ ہوتا اور گناہ ہوتا اس لیے کہ یہ بچے سے جھوٹا وعدہ ہے اور یہ بچے کے ذہن میں ابھی سے بٹھانا ہے کہ جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا کوئی بڑی بات نہیں (۱۶)

بچے کو اس عمر میں کھانے پینے اور معاشرے میں رہن سہن کے آداب سکھائے جائیں اس لیے کہ ابھی تک اس کا ذہن خالی ہے۔ اس وقت جس چیز کی تعلیم دی جائے وہ اس کے ذہن میں نقش ہوتی ہے اور زندگی بھر بچپن کی تعلیمات اور معمولات کو وہ بھول نہیں سکتا۔ کسی نے خوب کہا ہے:

ارانی انسی ما تعلمت فی الکبر
ولست بناس ما تعلمت فی الصغر
ولو فلق القلب المعلم فی الصباء
لابصو فیه العلم کالنقش فی الحجر

ترجمہ: میں خود کو بڑی عمر میں حاصل کیے ہوئے علم کو بھولنے والا اور بچپن میں حاصل کیے ہوئے علم کو نہ بھولنے والا پاتا ہوں۔ اگر استاد بچپن میں بچے کے سینے کو پھاڑ کر دیکھے تو اس میں علم کو پتھر پر نقش پائے گا۔

بچے چونکہ طبعی طور پر ضدی ہوتے ہیں اس لیے ان کو سکھانے کا طرز و طریقہ مشفقانہ اور حکیمانہ ہو۔ ان کی تعلیم میں حکمت اور شفقت سے کام لیا جائے ان کی طبعی ضد کے ہوتے ہوئے حکمت کے ساتھ ان کو تعلیم دی جائے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

ترجمہ: حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں فرماتے ہیں کہ میں جب چھوٹا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا ایک روز کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ پیالے میں ادھر ادھر حرکت کر رہا تھا کبھی ایک طرف سے لقمہ اٹھا لیا، کبھی دوسری طرف سے اور کبھی تیسری طرف سے لقمہ اٹھا لیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کا جو حصہ تمھارے سامنے ہے وہیں سے کھاؤ۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی طرح کھاتا رہا (۱۷)

بچوں کے ساتھ کبھی کبھار دل لگی بھی کرنی چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے:

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میرا ایک بھائی تھا جنھیں ابوعمیر کہا جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام جب تشریف لاتے تو فرماتے: اے ابوعمیر! آپ کے پرندے کو کیا ہو گیا؟ (۱۸)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فتح الباری میں ایک اور روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ ایک دن ابوعمیر کا وہ پرندہ جس سے وہ کھیلا کرتے تھے مر گیا تھا وہ اس کے انتقال پر بہت غمگین تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں آئے اور ابوعمیر سے پوچھا کہ "یا ابا عمیر! ما فعل النغیر؟" (۱۹) اے ابوعمیر! آپ کے پرندے کو کیا ہو گیا علامہ ابن حجرؒ اس حدیث سے ساٹھ کے

قریب مسئلے نکالے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ دل لگی کے طور پر مزاح کرنا اور چھوٹے بچے کے ساتھ مزاح کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کی اباحت حدیث ثابت ہے (۲۰)

بچے کو استئذان اور نماز کا حکم

یعنی بچہ جب سات سال کی عمر کا ہو جائے تو اب شریعت مطہرہ اس کا گھر میں آنے جانے کا ایک نظام مقرر کرتی ہے کہ ان اوقات میں جب وہ گھر آئے تو اجازت لے کر گھر میں داخل ہو، بغیر اجازت کے ان اوقات میں وہ گھر کے اندر داخل نہ ہو، والدین اس کی عادت بنا ڈالیں کہ وہ شریعت کے اس حکم کی پابندی کرے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اجازت لے کر آئیں تم میں سے جو تمہارے غلام اور باندی اور نابالغ بچے ہیں تین وقتوں میں نماز صبح سے پہلے اور دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں (۲۱)" اسی طرح اس عمر میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اب بچے کو نماز پڑھنے کا حکم کریں تاکہ وہ نماز کا عادی ہو جائے اور اس پر نماز فرض ہونے کے بعد اس بارے میں تساہلی نہ کریں۔

بچے کی جسمانی ورزش

بچوں کی تربیت کے دوران والدین پر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی صحت کا خیال رکھیں اور کوئی مناسب کھیل کے ذریعہ جس میں بچے کی دلچسپی کو مدنظر رکھا جائے، مثلاً جہاد کی تیاری کی نیت سے اور تعلیم میں چست و چالاک رہنے کی غرض سے ورزش کرا دیا کریں چنانچہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

واعدوا لهم ما استطعتم قوة ومن رباط الخيل

ترجمہ: اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو۔

اور صحیح مسلم کی روایت ہے:

المومن القوی خیر و احب الی اللہ من المومن الضعیف" کہ (جسمانی لحاظ) سے قوی مومن اچھا اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے اس مومن سے جو (جسمانی لحاظ سے) ضعیف ہو"(۲۲).

اپنے بچوں کو گھوڑ سواری، تیراکی نشانہ بازی کی تعلیم خاص طور پر دینی چاہیئے ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ: ہر وہ چیز جو ذکر اللہ میں سے نہ ہو وہ لہو اور غلط ہے مگر چار خصلتیں ایسی ہیں جو لہو و لعب اور غلط نہیں ایک نشانوں کے درمیان دوڑنا اور دوسرا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، اس کے ساتھ بھاگنا اور اس پر سوار ہونا تیسرا اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا، چوتھا تیراکی سیکھنا (۲۴)

بچوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مسلمانوں کے دوسرے سپہ سالاروں اور مجاہدوں کی شجاعت اور دلیری کے واقعات بار بار سنانے چاہئیں تاکہ وہ جوان ہو کر اپنے اسلاف کا نمونہ ثابت ہوں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ہم اپنے بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اتنے اہتمام کے ساتھ سکھاتے تھے جیسا کہ قرآن کی کوئی سورت ان کو سکھاتے ہیں۔

والدین کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بچے کے ہم مجلس ساتھیوں کے اخلاق کا جائزہ لیا کریں اس کو بداخلاق لڑکوں کے ساتھ گھومنے پھرنے نہ دیں بلکہ اس کو اس سے سختی سے منع کریں کیونکہ بداخلاق دوست اور ساتھی سے اس کے اخلاق بھی ضرور متاثر ہوتے ہیں اور بچہ آہستہ آہستہ ان کے رنگ میں رنگ جاتا ہے حدیث شریف میں آتا ہے المرء علی دین خلیله فلينظر من يخالل احدكم کہ انسان اپنے دوست کا تابع اور ہم مذہب ہوتا ہے جس کے ساتھ دوستی لگانی ہو اس کو دیکھے کہ وہ کیسا ہے؟ (۲۶) اور کیا اس کی بدعملی اور بدخلقی کا اثر تو ہمارے اندر سرایت نہیں کرے گا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوحدة خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدة (۲۷) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اکیلا ہو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس کے ساتھ برا دوست ہو اور جس کے ساتھ نیک اور صالح دوست ہو وہ بہتر ہے اس سے کہ اکیلا ہو۔

چونکہ دوست دوسرے دوست کی پیروی کرتا ہے اس لیے اپنے بچوں کو برے دوستوں کی مجلس سے بچانا بہت ہی ضروری ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینه فکل قرین بالمقارن یقتدی

یعنی جس کے بارے میں معلوم کرنا ہو کہ یہ کیسا آدمی ہے؟ تو اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے ساتھیوں اور ہم مجلسوں کے اخلاق معلوم کرنے چاہئیں اس لیے کہ ایک دوست دوسرے دوست کا پیروکار ہوتا ہے۔

بچے کے ساتھ مناسب سختی کا برتاؤ

جب بچے کی عمر دس سال ہو جائے تو اب غلط حرکت پر اس کے ساتھ مناسب سختی بھی کرنی چاہئے اور خدانخواستہ اگر نماز چھوڑے تو اس کو مارنے کی بھی اجازت ہے اور اس کو دوسرے بہن بھائیوں سے الگ بستر پر سلائیں حدیث شریف میں آتا ہے:

اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم کرو اور دس سال کی عمر میں اس پر ان کو مارو اور ان کو مارو اور ان کے سونے کی جگہ (بستر) جدا کر دو (۲۸)

بچے کا نفقہ اور جیب خرچ

بچے کا نفقہ تو باپ پر لازم ہی ہے قرآن مجید میں ہے وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن (۲۹)

یعنی بچہ جب تک بچہ ہو تو اس کا نفقہ باپ پر فرض ہے۔ اس کے علاوہ والدین کو چاہیئے کہ بچے کو مناسب جیب خرچ دیا کریں۔ شریعت مطہرہ نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے بہت سے فضائل بیان کیے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: افضل الصدقه ما ینفق الرجل علی اولاده کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو آدمی اپنی اولاد کو دے اور ان پر خرچ کرے۔ البتہ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو صرف نفل صدقہ ہی دیا جا سکتا ہے۔ زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے سے واجب ذمہ ساقط نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام احکام شرعیہ پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق سے نوازیں۔ (آمین)

بقیہ: مولانا محمد علی

اور تیسرا گروہ دونوں کو یعنی اہل بیت اور صحابہؓ کو اپنی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور سمجھتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت میں صرف ایک گروہ نجات پانے والا ہوگا ما انا علیہ واصحابی اور یہ ہیں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

شہادت گاہ بالاکوٹ

ابوالحسن منظور احمد شاہ آسی

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ شاہ عبد الغنی دہلویؒ کے صاحبزادے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ کو دہلی میں ہوئی۔ آپ انتہائی ذہین تھے، صرف آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا، صرف و نحو و منطق و فلسفہ کی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں اور کتب حدیث اپنے چچا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے پڑھیں۔ سولہ سال کی عمر میں آپ نے سند فراغت حاصل کر لی۔ چونکہ آپ کے سینے میں ایک حساس دل دھڑک رہا تھا، ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت زار کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ آپ جہاد کی تیاری میں معروف ہو گئے۔ فن حرب میں تیراکی، کشتی رانی، گھڑ سواری اور شمشیر زنی کی مکمل تربیت حاصل کی۔

گھڑ سواری کی تربیت اس دور کے مشہور چابک سوار میاں رحیم بخش سے سیکھی جو اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ تیراکی میں اتنی مہارت حاصل کی کہ جمنا کی موجوں سے کھیلتے ہوئے آگرہ پہنچ جاتے اور دن کا اکثر حصہ دریا میں گزار دیتے۔ دینی طلبا کو سبق بھی دریا کے کنارے آ کر پڑھاتے۔ جون، جولائی کی شدید گرمی میں عین دوپہر کے وقت دہلی کی فتح پوری مسجد کے صحن میں سرخ پتھروں پر کھڑے رہتے اور ننگے پاؤں چلنے کی مشق کرتے۔ اسی طرح کئی کئی دن کھانے پینے کے علاوہ گزار دیتے سونے اور جاگنے پر بھی انھوں نے کنٹرول حاصل کیا۔ جسم کو گرمی و سردی برداشت کرنے کا مکمل عادی بنا دیا۔ زندگی کا یہ پروگرام اس جہاد کی تیاری کے لیے تھا جس کا مقصد ملک کو غلامی سے چھڑا کر علی منہاج النبوت خلافت اسلامیہ قائم کرنا تھا اور اپنے دادا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور چچا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنا تھا اور جس کا اپنے عنوان "فک کل نظام"۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے زندگی کی ابتدا ایک مبلغ ایک داعی اور واعظ کی حیثیت سے شروع کی۔ آپ کی تبلیغ کا موضوع اکثر و بیشتر اوقات توحید خداوندی ہوتی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت زار تھی۔ دینی علوم سے جہالت کی بنا پر مسلمانوں میں رسوم و بدعات پیدا ہو گئی تھیں۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز اور استعانت اور غیر اسلامی رواج اور طور طریقے مسلمانوں میں سرایت کر چکے تھے۔ مسلم عوام میں بہت سی سماجی اور مجلسی برائیاں پیدا ہو گئی تھیں جن کی اصلاح کا بیڑہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اٹھایا۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنے خطبوں میں فرمایا کہ اللہ کی ذات واحد ہے وہی کائنات کا خالق ہے وہی مالک اور حاجت روا اور مشکل کشا ہے اسی کے سامنے نبی، غوث، قطب، ابدال ہاتھ پھیلاتے ہیں اسی سے مرادیں مانگتے ہیں تم بھی عسر و یسر میں اسی کو پکارو وہ ایک ہستی ہے جو سجدے کے لائق ہے ہر ایک کی سنتا ہے۔ شاہ صاحبؒ کا

انداز تبلیغ نہایت سیدھا اور صاف تھا لیکن نفس پرست لوگوں نے شاہ شہیدؒ کو اپنے لیے خطرہ سمجھا اور پوری قوت سے شاہ صاحب کے خلاف میدان عمل میں کود پڑے اور شاہ صاحب کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کیا اور مجاہدین کو بدنام کرنا شروع کیا۔

دوسری طرف سیاسی حالات ابتر تھے، پنجاب، سرحد اور کشمیر پر سکھوں کی حکومت تھی۔ پنجاب میں رنجیت سنگھ کا طوطی بولتا تھا جبکہ برصغیر کے دوسرے علاقوں پر انگریزی تسلط قائم ہو چکا تھا۔ پنجاب میں سکھا شاہی عروج پر تھی۔ مسلمانوں پر سکھوں نے عرصہ حیات تنگ کیا ہوا تھا۔ اکثر مساجد میں اذان بند تھی۔ لاہور کی تمام بڑی بڑی مساجد میں گھوڑے بندھے ہوئے تھے جبکہ مسجد کے حوض میں گھوڑوں کی لید ڈالی جاتی تھی۔ لاہور کی ایک مسجد آج بھی "بارود خانہ والی" مسجد کے نام سے مشہور ہے جس میں بارود رکھا ہوا تھا اور بنایا بھی جاتا تھا۔ قرآن مجید کی علانیہ بے حرمتی کی جاتی تھی۔ مذہبی شعائر کی سکھ توہین کرتے تھے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اپنے ایک شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے

خالصہ شمشیر و قرآں را ببرد
اندراں کشور مسلمانی بمرد

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا حساس دل جب ان واقعات کا مشاہدہ کرتا تو شدید رنج زدہ ہوتا۔ جب چند واقعات دیکھے تو آپ نے سکھوں کی سرکوبی کا فیصلہ کیا اور یہ منصوبہ بنایا کہ پنجاب، سرحد، کشمیر پر قبضہ مکمل کرنے کے لیے برصغیر سے انگریز کو نکالنے کا فیصلہ کیا۔ خلافت اسلامیہ کے قیام کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ سید احمد شہید کی قیادت میں ۱۲۴۱ھ کو مجاہدین کا لشکر راجپوتانہ، مارواڑ، سندھ، حیدرآباد، شکارپور، بلوچستان، قندھار، کابل سے ہوتے ہوئے ۱۲۴۲ھ خویشگی کے مقام پر سکھوں سے آمنا سامنا ہوا۔ مجاہدین کی تعداد ۹۰۰ تھی جبکہ سکھ لشکر مسلمانوں سے دس گنا زیادہ تھا۔ اس جنگ میں سات سو سکھ مارے گئے اور سینتیس مسلمان شہید ہوئے۔ صوبہ سرحد سیدو شریف، اگرور، پھلڑہ، حضرو، سچاں، بھوگڑ منڈ، شنکیاری، مردان، صوابی، اکوڑہ خٹک، پشاور اور بعض دیگر مقامات پر سکھوں سے جنگ ہوئی۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جو حصہ فتح کر گئے وہاں مکمل اسلامی نظام کا نفاذ کرتے گئے۔ ہر دور میں زن، زر، زمین پر بکنے والے مسلمان موجود رہے ہیں۔ چنانچہ شاہ شہیدؒ کے راستے میں بھی بعض ایسے ہی لوگوں نے غداری کی اور بعض مفتوحہ علاقوں میں بغاوت کی۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے مزید تیاری کے لیے بالاکوٹ کا رخ کیا چونکہ وادی محفوظ جگہ مجاہدین کو نئے سرے سے منظم کرنے کا ارادہ تھا۔ بعض لوگوں کی مخبری اور غداری سے سکھ لشکر میں شیر سنگھ کی سرکردگی میں بالاکوٹ جا پہنچا۔ مجاہدین کی تعداد ۹۰۰ تھی جبکہ سکھ لشکر بیس ہزار افراد پر مشتمل تھا اور قدرت کو بھی مسلمانوں کی آزادی منظور نہیں تھی بلکہ غلامی کی زنجیر کو مزید لمبا کرنا تھا اور امتحان مقصود تھا۔ ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو ظہر کے وقت بالاکوٹ کے مقام پر سکھ لشکر سے مقابلہ ہوا۔ سید احمد شہیدؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ خلافت اسلامیہ قائم کرنا چاہتے تھے اس کے لیے بچپن ہی سے انھوں نے تیاری شروع کر دی تھی۔ فن حرب کے تمام پہلوؤں پر انھوں نے مکمل عبور حاصل کیا۔ انھوں نے جب ہوش سنبھالا تو ان کے سامنے مختلف عوامل تھے ایک طرف رسومات و بدعات کا طوفان بدتمیزی تھا دوسری جانب سکھوں کے روح فرسا مظالم تیسرا انگریز کی ریشہ دوانیاں تھیں۔ شاہ شہیدؒ خوابیدہ مسلمانوں کو جگانا چاہتے تھے لیکن جاہل پیٹ کے پجاری لوگوں نے متحد ہو کر شاہ صاحبؒ کا راستہ روکنے

کی کوشش کی، شاہ شہیدؒ کے خلاف بے سر و پا باتیں کیں، الزامات لگائے گئے، تاکہ مسلمانوں کی اکثریت کو ان سے بدگمان کیا جائے۔ برصغیر میں غلامی کی سیاہ رات کو طویل ترین کیا جائے انگریز مدبروں اور پالیسی سازوں نے بھانپ لیا تھا کہ شاہ صاحبؒ کے ارادے تو کچھ اور ہیں بظاہر وہ سکھوں سے لڑ رہے ہیں لیکن خلافت اسلامیہ قائم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ انگریز نے اپنی ڈپلومیسی کے مطابق بڑے بڑے جاگیرداروں، زمینداروں اور زرخرید غلاموں کا تعاون حاصل کیا۔

شاہ شہیدؒ ان کے رفقاء نے لیلائے شہادت کو گلے لگا لیا اور اقتدار اپنی ذات کے لیے نہیں چاہتے تھے وہ خدا کی زمین پر خدا کا نظام لانا چاہتے تھے وہ مخلوق کی غلامی سے چھڑا کر خالق سے ملانا چاہتے تھے، وہ انسانیت کو تعر ذلت سے نکال کر اوج ثریا تک لے جانا چاہتے تھے۔ بالاکوٹ کی بلند و بالا وادی سے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے رفقاء کار مجاہدین کی روحیں آج بھی پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ زندگی کے پست ڈھنگ نظریے کو خیرباد کہو اور حق کی خاطر جان کی پروا نہ کرو اور باطل کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ۔

بقیہ: ہم آپس میں

اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے، سب تقویٰ اختیار کرنے کے لیے فکر مند ہوں تاکہ متقیوں میں حشر اور ان جیسا معاملہ ہو۔

لتعارفوا کی تشریح کرتے ہوئے صاحب بیان القرآن فرماتے ہیں تعارف کی مصلحتیں متعدد ہیں، مثلاً ایک نام کے دو شخص ہیں، خاندان کے تفاوت سے دونوں میں تمیز ہو سکتی ہے اور یہ کہ اس سے دور کے اور نزدیک کے رشتوں کی پہچان ہوتی ہے اور بقدر قرب و بعد نسب کے ان کے حقوقِ شرعیہ ادا کیے جاتے ہیں اور مثلاً اس سے عصبات کا قرب و بعد معلوم ہوتا ہے تو حاجب اور محجوب متعین ہوتا ہے اور مثلاً یہ کہ اپنا خاندان ہو گا تو اپنے کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب نہ کرے گا جس کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے آیت کریمہ میں لفظ شعوب اور لفظ قبائل مذکور ہے شعب خاندان کی جڑ کو یعنی اوپر والے خاندان کو اور قبیلہ اس کی شاخ کو کہتے ہیں۔

قدرت نے ذائقہ دیا
طھورا سوئیٹس نے محفوظ کیا
اسپیشل افلاطون، نان خطائیاں
ڈرائی فروٹ برفی، انجیر برفی
ملائی کھاجہ، گلاب جامن
قسم قسم کے لڈو
اور مختلف اقسام کی ذائقہ دار
مٹھائیاں
طھورا سوئیٹس
۴۵/۲۲۵- بلاسس روڈ
ناگپاڑہ جنکشن بمبئی ۴۰۰۰۰۸
فون: ۳۰۸۲۷۳ • ۳۰۹۱۳۱۸
مٹھائیوں کا اعلیٰ معیار • طھورا سوئیٹس کا طرۂ امتیاز

خودکشی حرام ہے

ابن سید محمد

انسان سے سرزد ہونے والے جرائم میں سب سے سنگین اور گھناؤنا جرم خودکشی ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں، حتیٰ کہ جانور بھی بزبان حال اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اپنی جان کی حفاظت اور اس کی بقا کی کوشش، فطرت کا درس اول ہے۔

اسلام جو دین فطرت ہے اس نے اس پر صرف مہر تصدیق ثبت نہیں کی بلکہ اس کے اردگرد وعید کے مضبوط حصار قائم کر دیے اور اس برائی کو جنم دینے والے عقائد باطلہ کی بیخ کنی کی، انسان کو ہر حال میں صبر و استقلال کا درس دیا اور اس حقیقت کو ذہن نشین کرایا کہ اس دنیا میں کسی شے کو ثبات نہیں۔ ہر چیز تغیر کی زد میں ہے۔ یہاں کی صحت و تندرستی، عیش و آرام، دولت و ثروت، جاہ و جلال ایک خواب ہے اور یہاں کے مصائب و آلام غربت و افلاس روبہ زوال ہے اور ہر پریشانی کے ساتھ خوش حالی کی سرحد ملی ہوئی ہے۔ قرآن مجید نے اس راز سربستہ کو انسان پر یوں آشکارا کیا۔ ”فان مع العسر یسرا“ کہ تنگی کے بعد وسعت ہے بلکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پریشانی اپنے ساتھ دو خوشیوں کو متعین کر کے لاتی ہے اور یہ ایمان کا جز قرار دیا کہ اس زندگی کے بعد ایک ابدی زندگی ہے وہاں ہر شے کو دوام و ثبات حاصل ہے تغیر نام کی کوئی چیز نہیں بلکہ تغیر کی نیرنگیاں دیکھنے والے انسان خود تغیر کی موت کا مشاہدہ کریں گے۔

انسان زندگی کے مختلف مراحل سے گزرتا رہتا ہے اور کبھی اس کا سفینہ حیات مصائب و آلام کے بھنور میں آ جاتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ ان مصائب کے طوفان سے اب خلاصی ممکن نہیں اور ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے والا ہمارا ازلی دشمن شیطان ملعون اس کو مایوسی کے دام میں گرفتار کر کے اس کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ خودکشی کے ساحل کے علاوہ اور کوئی ساحل نہیں اور یہی دوا ہر مرض کا علاج ہے جبکہ یہ نادان نہیں جانتا کہ نظر آنے والا کنارہ حقیقت میں مصائب آلام کا وہ قلزم ہے جس کے خالق خود اس کو ”بئس المصیر“ بئس المہاد یعنی برا ٹھکانہ ارشاد فرمایا اور وہاں سزا پانے والوں کے متعلق اللہ پاک کا ارشاد ہے ”ثم لا یموت فیہا ولا یحیٰی“ نہ وہ اس میں جئے گا نہ مرے گا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے

مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اس لیے رحمان ورحیم ذات نے سختی سے اس فعل سے منع کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما۔ (النساء ۲۹)

تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ:

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ

تم اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ باتفاق مفسرین اس میں خودکشی بھی داخل ہے، اس کی حرمت میں کسی کا اختلاف نہیں۔

محسن اعظم فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر بہت سخت وعیدیں سنائی ہیں جس کے تصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ذیل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث کا ترجمہ پیش کیا جائے گا تاکہ اس فعل کے ارتکاب کا جب ذہن میں وسوسہ آئے تو ساتھ ہی یہ تصور بھی ذہن میں آجائے کہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کیا کیا سزائیں سنائی ہیں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے یہ کتنا بڑا جرم ہے۔

★ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی کو چوٹ لگ گئی تھی جس سے تنگ آکر اس نے خودکشی کی تو اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اس بندے نے میری عطا کی ہوئی جان کو ختم کر دیا۔ لہٰذا میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۲۸۲)

★ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے اس پر پھوڑا نکلا۔ جب اس کی تکلیف شدت اختیار کر گئی تو اس نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ راوی نے مسجد کی طرف اشارہ کرکے کہا، اللہ کی قسم مجھے حضرت جندب نے اس مسجد میں یہ حدیث سنائی۔

(مسلم شریف ج ۱/ ۷۲)

★ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے اپنے آپ کو دھاردار آلے سے قتل کر دیا تو قیامت کے دن وہ دھاردار آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا وہ اس سے اپنا پیٹ پھاڑتا رہے گا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا تو قیامت کے دن اس کے ہاتھ میں زہر ہوگا اور وہ گھونٹ گھونٹ اس کو پیتا رہے گا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج /۸۰۴)

★ حضرت سہل ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کا کسی غزوہ میں آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے شجاعت کے جوہر دکھلائے، کفار کے کسی فرد یا جماعت کو دیکھ کر اسے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ جب دونوں جماعتیں اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف واپس لوٹ آئیں تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا آج ہم میں سے فلاں نے سب سے زیادہ ثواب کمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص جہنمی ہے ایک صحابی فرماتے ہیں میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ ہر وقت ساتھ رہتا جب وہ ٹھہر جاتا تو میں بھی ٹھہر جاتا۔ جب وہ چل پڑتا تو میں بھی چل پڑتا۔ یہ آدمی اس جنگ میں سخت زخمی ہوا۔ بالآخر اس نے بے قرار ہوکر اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھ دیا اور اپنا سینہ دھار پر رکھ کر زور سے تلوار پر اپنے بدن کو ڈالا اور اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس آدمی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمی ہے، لوگوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اس کے حالات کا جائزہ لوں گا۔ پھر میں اس غرض کے لیے اس کے ساتھ ہو گیا اور سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کبھی بظاہر جنت والے اعمال کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور کبھی بظاہر جہنمیوں والے اعمال کرتا ہے لیکن وہ جنتی ہوتا ہے۔

(مسلم شریف ج ۱/ ۷۲)

★ بخاری شریف کے مشہور شارح اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معتبر کتابوں میں حضرت سمرہ کی یہ حدیث موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے چھری سے اپنے آپ کو ذبح کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

(فتح الباری ج ۳/ ۱۸۰)

نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خودکشی کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ میں کبھی اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔

یہاں ٹھہر کر سوچنے کا مقام ہے کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے بار بار نہ پڑھانے کی درخواست کے باوجود رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول (جو مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا) کی نماز جنازہ پڑھانے سے صحابہ کے اصرار کے باوجود محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرما رہے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خودکشی کس قدر گھناؤنا جرم اور کتنا قبیح فعل ہے۔

سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین تسلیم کرنے والے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے دعویداروں کے لیے اس قبیح جرم کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے۔

لیکن افسوس کہ آج مسلمان قوم ایمان کی کمزوری اور اعمال کی شامت کی وجہ سے اس خطرناک مرض کا شکار ہوتی جا رہی ہے، یہ علوم نبوت سے دوری کی نقد سزا ہے جس کو ہم بھگت رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے عقلاً اور نقلاً یہ بات متفق علیہ ہے کہ خودکشی ایک سنگین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کے ارتکاب سے محفوظ فرمائیں اور جن سے یہ جرم سرزد ہو گیا ہے ان کی مغفرت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

جہنم کا منظر

حضرت مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن جہنم کو ستر ہزار لگاموں کے ساتھ لایا جائے گا اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچے ہوں گے۔ (مسلم)

قرآن کریم کی مقدس آیات
اور احادیث نبویؐ
دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ
کے لیے شائع کی جاتی ہیں
ان کا احترام آپ پر فرض ہے
لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں
ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق
بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

سید شمشاد حسین

خطبات وارشادات

حضرت مولانا محمد علی جالندھری

سرگودھا کی گول چوک مسجد میں ایک بار مولانا جالندھریؒ نے شان صحابہؓ کے موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرمائی:

فرمایا کہ خلیفہ اول صدیق اکبرؓ کے انتقال پر جب حضرت عمرؓ فاروق خلیفہ بنائے گئے تو امور مملکت چلانے والے ساتھیوں سے حضرت صدیق اکبرؓ کے معمولات دریافت فرمائے جس پر انھوں نے صبح سے شام تک کے معمولات بیان کر دیے اور یہ بھی بتلا دیا کہ آخری ایام میں آپ کا یہ معمول بھی تھا کہ آپ صبح کو اتنی مقدار میں حلوہ تیار کراتے اور اسے لے کر بازار کی اس سمت روانہ ہو جاتے مگر خود ان کو وہ حلوہ تناول کرتے نہیں دیکھا اور نہ ہی معلوم ہے کہ وہ کس کی خاطر یہ حلوہ تیار کراتے تھے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ آپ اسی مقدار میں حلوہ تیار کریں اور مجھے سمت بتلا دیں کہ کس طرف جایا کرتے تھے میں اسی طرح چلا جاؤں گا میرا اللہ میری رہنمائی فرمائے گا۔ چنانچہ حلوہ تیار کر کے آپ کے حوالے کر دیا گیا اور سمت بھی بتلا دی گئی۔ آپ اسی جانب اللہ کا نام لے کر روانہ ہو گئے اور بازار کی دونوں جانب دیکھتے گئے مگر پورے بازار میں کوئی بھی آپ کو حلوہ کا مستحق نظر نہ آیا۔ البتہ بازار ختم ہونے پر راستہ کی ایک جانب آپ نے ایک اپاہج کو لیٹے ہوئے دیکھا جو نابینہ تھا اور اس کے پورے بدن پر پھنسیاں نکلی ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ اس کا چہرہ بھی پھوڑے پھنسیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو دیکھتے ہی دل میں سوچا کہ اس سے بڑھ کر حلوہ کا مستحق کون ہو سکتا ہے چنانچہ آپ اس بوڑھے کے قریب بیٹھ گئے اور اپنے دست مبارک سے حلوے کا لقمہ اس کے منہ میں ڈالنا چاہا مگر اس بوڑھے نے ایک چیخ ماری اور کہنے لگا کہ آج یہ کون آیا ہے جسے کھلانا بھی نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کھلانے میں مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ تو وہ کہنے لگا کہ جو شخص روزانہ آیا کرتا تھا وہ کہاں گیا؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ وہ امیر المومنین صدیق اکبرؓ تھے جن کا کل انتقال ہو گیا ہے اور اب لوگوں نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اس لیے اس خدمت کے لیے میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر وہ بوڑھا رونے لگا اور کہا کہ مجھے کیا خبر تھی کہ وہ امیر المومنین تھے اور اگر مسلمانوں کا امیر المومنین اتنا رحمدل ہے تو پہلے مجھے کلمہ پڑھاؤ اور مسلمان بناؤ کیونکہ میں یہودی ہوں اس کے بعد اس نے بتلایا کہ چونکہ میرے ہونٹ زخمی ہیں اس لیے انگلی کے پورے بھی ان زخموں پر چبھتے ہیں اور میں قربان جاؤں اس خلیفہ پر کہ وہ اپنی زبان پر حلوہ رکھ کر میرے منہ میں ڈالتے تھے یہ سن کر حضرت فاروق اعظمؓ بھی آبدیدہ ہو گئے اور اس بوڑھے کا خاص اہتمام کرنے کو فرمایا۔

شانِ صدیق اکبرؓ

شان صدیق بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ مرنے پر کفن پہنانا ہر میت کا بنیادی حق ہے مگر یہ صدیق اکبرؓ تھے کہ جنھوں نے یہ حق بھی اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر قربان کر دیا اور فرمایا کہ نیا کفن پہن کے کیا کروں گا جو کفن تم مجھے پہناؤ گے وہ مدینہ کے کسی یتیم کے پہننے کے کام آجائیگا مجھے میرے انہی کپڑوں میں دفنا دینا۔

شان عمر فاروق اعظمؓ

شان فاروق اعظمؓ کے بارے میں فرمایا کہ دور جاہلیت میں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ تجارت کی غرض سے شام تشریف لے گئے آپ گھوڑے پر سوار تھے بازار میں ایک یہودی نے آپ کو دیکھا تو آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور گھوڑا روک کے پوچھا کہ کیا آپ کا نام عمرؓ ہے؟ آپ نے فرمایا میرا نام عمرؓ ہے پھر اس نے پوچھا کہ کیا آپ کے والد کا نام خطاب ہے؟ اور آپ مکہ کے رہنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ کہنے لگا بس یہی پوچھنا تھا اب آپ جائیں۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا یہ کیا بات ہوئی؟ تو وہ کہنے لگا کہ ابھی تھوڑے عرصے کے بعد تمھارے شہر میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا تم اس پر ایمان لاؤ گے اور ان کی وفات کے بعد تم دوسرے خلیفہ بنو گے۔ آپ نے پوچھا کہ تم کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟ تو وہ کہنے لگا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں اور آپ کی پنڈلی ننگی ہے اس پنڈلی پر جو نشان ہے وہ نشان دیکھ کر مجھے شک ہوا اور میں نے آپ کا چہرہ دیکھا چہرے کی علامت بھی وہی ہے جو ہماری کتابوں میں موجود ہے اس لیے میں نے اپنی بات کی تصدیق آپ سے کرنی چاہی۔ حضرت عمرؓ اس کی یہ بات سن کر ہنس دیے اور گھوڑا آگے بڑھایا۔ سبحان اللہ آپ اندازہ لگائیں کہ یہودیوں کی کتابوں میں اصحاب رسول کے نام اور ان کی علامات تک محفوظ تھیں۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ سنایا فرمایا کہ حضرت فاروق اعظمؓ ایک بار مسجد نبویؐ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھا وہاں آیا اور مجلس میں بیٹھنے کے بعد اپنی جیب سے کاغذ کا ایک پرانا پرزہ نکالا اور حضرت عمرؓ کی طرف بڑھا دیا۔ آپ نے اس کاغذ کو کھولا اور اس کی تحریر کو پڑھ کر آپ مسکرائے اور پھر ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ قریب بیٹھے ہوئے ساتھیوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ اس بوڑھے نے دور جاہلیت کا ایک واقعہ یاد دلا دیا ہے۔ فرمایا ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے میں ان کے علاقہ میں گیا ہوا تھا اس وقت میری بھرپور جوانی تھی اور یہ شخص ادھیڑ عمر تھا اس نے مجھے بازار میں دیکھا اور مجھ سے کہا کہ نوجوان گرمی بہت ہے اگر تھوڑی دیر دوپہر میں میرے گھر آرام کر لو تو مجھے خوشی ہوگی۔ میں نے اس سے کہا کہ میں قافلے کے ہمراہ ہوں۔ اگر میں آپ کے ہاں رک گیا تو قافلہ آگے نکل جاوے گا اور میں پیچھے رہ جاؤں گا۔ یہ کہنے لگا کہ تم جوان مرد ہو، گھوڑا تمھارے پاس ہے دو گھنٹے آرام کرنے کے بعد تم آسانی سے قافلہ کو جا ملو گے۔ چونکہ گرمی بہت تھی اس لیے مجھے اس کی بات اچھی لگی اور میں اس کے ہمراہ اس کے گھر چلا گیا۔ اس نے میرے ہاتھ پاؤں دھلائے دسترخوان بچھوا دیا اور پرتکلف کھانا مجھے کھلایا۔ مجھے بھوک لگی تھی اس لیے خوب سیر ہو کر میں نے کھایا۔ اس کے بعد اس نے بہترین بستر لگوا دیا اور مجھے

آرام کرنے کو کہا میں لیٹ گیا یہ سرہانے کھڑا ہو کر مجھے پنکھا جھلنے لگا۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ نے بہترین کھانا مجھے کھلایا، سونے کو اچھا بستر دیا، بس یہی میں اتنا ہی کافی ہے۔ آپ پنکھا جھلنے کی زحمت نہ کریں۔ مگر آپ نے کہا تم میرے مہمان ہو اور یہ میرا فرض ہے، مجھے خدمت کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے اس لیے تم سو جاؤ چنانچہ میں سو گیا اور مجھے خوب نیند آ گئی۔ جب دو تین گھنٹے کے بعد آنکھ کھلی تو ابھی تک یہ شخص پنکھا جھل رہا تھا میں نے شکر ادا کیا اور جانے کی اجازت چاہی اس نے کہا جیسے آپ کی مرضی مگر میری ایک گزارش ہے کہ آپ اس تحریر پر اپنے دستخط کر دیں۔

جب اس نے یہ کاغذ میرے سامنے کیا تو میں نے کہا کہ بھائی لگتا ہے آپ بھول گئے ہیں میں اس علاقہ کا کوئی افسر یا محصول لینے والا نہیں ہوں! اس نے کہا مجھے معلوم ہے کہ آپ مکہ کے رہنے والے ہیں اور آپ کا نام عمرؓ ہے آپ کے والد کا نام خطاب ہے، بس آپ اس پر دستخط کر دیں آپ کی مہربانی ہو گی چنانچہ میں نے اسے اس کی خام خیالی سمجھ کر خوشی خوشی دستخط کر دیے۔

اب میں مسکرایا تو اس لیے تھا کہ اس نے مجھے پرانی بات یاد دلا دی اور ٹھنڈی آہ اس لیے بھری کہ میں اس کی خدمات کے باوجود اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ اس کاغذ پر یہ لکھا ہوا ہے کہ ”تمہارا جزیہ معاف کیا جاتا ہے“ اب بتلاؤ کہ دورِ جاہلیت کا یہ معاہدہ میں کیسے نبھا سکتا ہوں۔ شریعت کے قانون کو عمر کیسے توڑ سکتا ہے، شریعت کا یہ واضح قانون ہے کہ جو علاقہ لڑ کر فتح کیا جاوے وہاں کی زمینیں سب کچھ مالِ غنیمت میں شمار ہوتی ہیں اور جہاں ہتھیار ڈال دیے گئے ہوں اور بغیر لڑے وہ علاقہ مسلمانوں کو مل جاوے تو وہاں کی زمینوں پر خراج یا جزیہ لاگو ہوتا ہے اب اس کا جزیہ میں کیسے معاف کر سکتا ہوں۔ اس طرح بیت المقدس کی فتح کا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس واقعہ میں ایک بات یہ فرمائی کہ سفر سے قبل اپنے اصحاب شوریٰ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ گرمی بہت ہے اور آپ بوڑھے آدمی ہیں سفر بہت دور کا ہے اس لیے آپ کو اتنا لمبا سفر کرنے کی ضرورت نہیں اللہ نے چاہا تو بیت المقدس مسلمان فتح کریں گے مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آپ کی محبت ہے اور آپ کو ایسا ہی مشورہ سمجھنا تھا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میرے جانے سے بغیر لڑے وہ علاقہ فتح ہوتا ہے تو مسلمانوں کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ میں وہاں ضرور جاؤں چنانچہ آپ گئے فرمایا کہ یہ تھی ان کی آپس میں محبت اور مودت۔

شانِ عثمان غنیؓ

فرمایا کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کی مجلس میں تشریف فرما تھے آپ کی ایک پنڈلی مبارک سے تھوڑا سا کپڑا ہٹا ہوا تھا اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حاضرِ خدمت ہوئے اور سلام عرض کر کے مجلس میں بیٹھ گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں بیٹھے رہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر فاروقؓ حاضر ہوئے سلام عرض کر کے وہ بھی مجلس میں شریک ہو گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں بیٹھے رہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمان غنیؓ حاضرِ خدمت ہوئے سلام عرض کیا حضرت عثمان غنیؓ کو دیکھتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پنڈلی مبارک پر کپڑا ٹھیک کیا اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کی ایک ایک ادا پر نظر رکھتے تھے اور وجہ بھی پوچھ لیتے تھے۔ چنانچہ کسی صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیقؓ آئے آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے عمر فاروقؓ حاضر ہوئے پھر بھی آپ نے حالت نہ بدلی مگر عثمان غنیؓ کے آتے ہی آپ نے پنڈلی مبارک کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اس کی وجہ کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ سے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں پھر میں حیا کیوں نہ کروں یہ عثمانؓ ہی تھے جن کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ اگر میری اور بیٹی ہو تو دوسری بیٹی کے انتقال کے بعد میں اسے بھی عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آپ کے نکاح میں تھیں، یہ اعزاز کیا کم ہے اسی لیے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں دینِ اسلام کے لیے جتنا خرچ آپؓ نے کیا شاید ہی کسی اور نے کیا ہو۔

اس کے بعد حضرت مولانا جالندھریؒ نے فرمایا کہ یہ تو چاروں خلفاء کے چند واقعات تھے ان کے علاوہ بھی ایک ایک صحابی اپنی مثال آپ تھے عرب کا گرم صحرا تپتی ہوئی ریت اور آگ کے انگاروں پر حضرت بلال حبشیؓ کو لٹایا جاتا ہے پوری کمر جل کر کوئلہ ہو جاتی ہے مگر زبان سے اگر کوئی لفظ نکلتا ہے تو وہ ایک ہی لفظ ”احد احد“ گرمی کا موسم ہے حالتِ جنگ ہے بدن زخموں سے چور ہیں، جان نکلنے والی ہے العطش العطش کا شور ہے، پانی کا پیالہ لے کر جب ایک زخمی صحابی کے پاس ساقی پہنچتا ہے وہ صحابی پیالے کو ہونٹ کے قریب لاتے ہیں کہ ساتھ میں لیٹے ہوئے دوسرے صحابی کی آواز کانوں میں پڑتی ہے ہائے پیاس، وہ صحابی خود پانی نہیں پیتے بلکہ فرماتے ہیں پہلے میرے بھائی کو پانی پلاؤ، جب وہ پیالہ لے کر ان کے قریب جاتے ہیں تو ایک تیسرے صحابی پیاس کی آواز بلند کرتے ہیں وہ دوسرے صحابی بھی اپنے بھائی سے قبل پانی پینا گوارا نہیں کرتے اور ان کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ پہلے ان کو پلاؤ۔ جب ساقی تیسرے زخمی صحابی کے پاس پہنچتے ہیں تو وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہوتے ہیں ساقی دوڑ کر دوسرے صحابی کے پاس پہنچتا ہے مگر وہ بھی شہید ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ لپک کر پہلے کی جانب بڑھتے ہیں تو وہ بھی جنت میں پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری ایسی مثال آپ نہیں لا سکتے یہ شرف صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو حاصل ہے اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ایک ایک صحابی روشن ستارے کی مانند ہے قرآن پاک میں بھی صحابہ کرامؓ کی شان میں یہ جملے موجود ہیں کہ وہ دشمن پر سخت ہیں مگر آپس میں شیر و شکر ہیں۔“

صحابہ کرامؓ دین کا معیار ہیں، قرآن حدیث غرض کہ پورا دین ہم تک انھیں کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ اگر ان کے ذریعہ کو بیچ سے نکال دیں تو ہمارے پاس کیا بچتا ہے۔

بدقسمت ہیں وہ لوگ جو ان مقدس ہستیوں پر تنقید کے نشتر چلاتے ہیں اگر ان میں آپس میں کوئی اختلاف تھا تو وہ بھی اجتہادی اختلاف تھا اور وہ بھائیوں کا آپس کا اختلاف تھا۔ ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان پر فتوے لگائیں جو ان کے ایمان اور ایقان میں شک کرتا ہے وہ اپنے ایمان کی فکر کرے۔

وہ تو آپس میں ایسے رحمدل تھے کہ ایک دوسرے سے قبل پانی پینا گوارا نہیں کیا بھلا کیا جنت میں اکیلے جانا گوارا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو (یعنی طعن کرنے سے ڈرو) آج تین قسم کے لوگ موجود ہیں ایک گروہ تو اہلِ بیت کے خلاف بات کرتا ہے یعنی خارجی، دوسرا گروہ صحابہ کرامؓ پر طعن کرتا ہے یعنی رافضی

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

گٹھیا کے مفید اور قدرتی علاج

سید صادق ابدالی

گٹھیا کو بیسویں صدی کی لعنت سمجھا جاتا ہے یہ ایک بڑا ہی دردناک مرض ہے۔ اس کی وجہ سے ہزاروں افراد چلنے پھرنے سے معذور ہو کر ہلنے جلنے سے محروم ہو جاتے ہیں تو اقتصادی اعتبار سے بھی یہ مرض لوگوں کو مفلوج کر دیتا ہے یہ مرض جس کا شکار زیادہ تر بڑی عمر کے افراد ہوتے ہیں بالعموم ۳۰ اور چالیس سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ یوں تو اب اس کی کئی دوائیں موجود ہیں جن کے استعمال سے درد اور ورم دور ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ مرض کی جڑ ختم نہیں ہوتی یہ دوائیں عارضی فائدہ دکھاتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ دوائیں بہت سخت اور بعض اوقات شدید رد عمل اور مضر اثرات کا سبب بھی بنتی ہیں۔

اس کے برخلاف اس کا قدرتی علاج زیادہ موثر اور شفا بخش ثابت ہوتا ہے۔ علاج کے اس طریقے میں غذائی علاج کے علاوہ ورزش اور جڑی بوٹیوں کا استعمال بھی شامل ہے۔

گٹھیا کی اقسام

بنیادی طور پر گٹھیا کی تین اقسام ہوتی ہیں:

انحطاطی گٹھیا

اس کی اچھی مثال جوڑوں کی سوزش اور ورم کی تکلیف ہے جس سے ہڈیاں اور خاص طور پر جوڑوں کی کرکری ہڈیاں گھس جاتی ہیں اور ان کی سطح پر ابھار سے بن جاتے ہیں۔ جوڑ سخت ہو کر آپس میں رگڑنے اور گھسنے لگتے ہیں اور اکثر اوقات جوڑوں میں سے آوازیں آتی ہیں۔ اس شکایت کی اہم وجوہ میں عمر میں اضافے کے علاوہ موٹاپا اور جوڑوں کے زخم قابل ذکر ہوتے ہیں اس میں زیادہ تر انگوٹھے اور پنجے کے جوڑ اور انگلیوں کے سرے، کولھے، گھٹنے اور ریڑھ، گردن اور پیٹھ کا نچلا حصہ متاثر ہوتا ہے۔

یہ بہت عام ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا کی تقریباً تین فی صد آبادی اس سے متاثر ہوتی ہے اور یہ خواتین میں زیادہ عام ہوتی ہے۔ شکایت میں درد اور ورم کے ساتھ جوڑوں میں سختی اور جلن رہتی ہے۔ یہ تکالیف دراصل ہڈیوں، کرکری ہڈیوں اور ریشے دار بافتوں کے تباہ کن ورم کی وجہ سے لاحق ہوتی ہیں۔

اس قسم کی گٹھیا میں دیگر تکالیف میں بخار، بیکٹیریا اور وائرس کی وجہ سے جوڑوں میں چھوت (انفکشن) بھی شامل ہے۔ بعض مریضوں کے جسم کا نظام مدافعت باغی ہو کر خود جوڑوں پر حملہ آور ہو جاتا ہے جس سے جسم کے مختلف ریشے درد اور ورم کا شکار ہو جاتے ہیں بلکہ بعض محققین کے خیال میں نظام مدافعت کی یہ بغاوت ہی دراصل اس مرض کا اصل سبب ہوتی ہے اس میں بیرونی حملہ آور بیکٹیریا اور جراثیم کے بجائے خود جسم کو نشانہ بنا کر خلیات کے مرکز کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے جسم میں ایک شدید قسم کی بے قاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے اہم اسباب میں تمباکو، ماحولی آلودگی، تابکاری اثرات، بعض وائرس اور الکحل کی کثرت قابل ذکر ہیں۔

قلموں کا جماؤ

جوڑوں میں قلموں کے جمنے سے ہونے والی گٹھیا کی تکلیف میں پیشاب کی تیزابی قلموں کے علاوہ کیلشیم پائروفاسفیٹ ڈی ہائیڈریٹ اور کیلشیم ہائیڈروکزی ایپٹائٹ کی قلمیں بھی قابل ذکر ہیں۔ بولی تیزاب (پیشاب کے یورک ایسڈ) کے جمنے سے نقرس (گاؤٹ) کی تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ اس میں ان قلموں (کرسٹلز) کے علاوہ جسم کے دیگر مضر اور ردی مواد بھی جوڑوں میں جم جاتے ہیں۔ یہ شکایت زیادہ ادھیڑ عمر کے ان افراد کو لاحق ہوتی ہے جو مرغن اور ثقیل غذائیں زیادہ کھاتے، ورزش کم کرتے اور شراب نوشی کا شغل زیادہ کرتے ہیں۔ یہ مرض کسی شاندار دعوت کے بعد پیر کے پنجے میں سخت درد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

گٹھیا اور وجع المفاصل کے سلسلے میں ایک خیال یہ بھی ہے کہ اس کا رجحان بالکل ابتدا سے موجود ہوتا ہے یعنی یہ مرض لاحق نہیں ہوتا بلکہ پیدا ہونے والا بچہ اس کے امکانات لے کر دنیا میں آتا ہے اس سلسلے میں مشاہدات اور مطالعات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ جو لوگ غصہ اور نفرت جیسے جذبات کو پی لینے کے عادی ہوتے ہیں اور ان جذبات کے اظہار پر قابو رکھتے ہیں اس کے رد عمل کے طور پر جسم میں یہ تکلیف دہ قلمیں بنتی اور جمع ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارے حکما اور معالجین مریض کی آنکھوں کے معائنے سے اس کا کھوج لگاتے ہیں۔ آنکھ میں موجود زردی سے اس کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

ایک اہم بات

علاجی تدابیر سے پہلے ہمارے جسم میں تیار ہونے والے کیمیائی مادوں، پروسٹاگلینڈین کے بارے میں جاننا ضروری ہے ان کی تین قسمیں ہوتی ہیں اور ہمارا جسم انھیں غذا میں موجود روغنی تیزابات (فیٹی ایسڈز) سے تیار کرتا ہے کولیسٹرول کی اچھی اور بری قسموں کی طرح ان کی بھی مفید اور مضر قسمیں ہوتی ہیں اچھی قسمیں پی جی اول اور پی جی سوم کہلاتی ہیں۔ ان میں ورم کم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جب کہ پی جی دوم ورم اور درد کا باعث ہوتی ہے اس لحاظ سے پہلی اور تیسری قسم کی جسم میں تیاری اور ان میں اضافہ اس تکلیف کے ازالے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ غذا میں ایسے روغنی اجزا شامل رہیں جن سے یہ تیار ہوں۔ ایسی مفید یا روغنی اشیا میں سورج مکھی کے بیج اور ان کا تیل قابل ذکر ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ تیل لکڑی کے کولھو سے نکالا جائے۔ اس تیل میں پی جی اول موجود ہوتا ہے۔ اس تیل میں لینولینک ایسڈ اس کا اہم ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی طرح السی کا تیل اور مچھلی کے تیل میں پی جی سوم موجود ہوتا ہے۔

مضر پی جی دوم کے اہم ذرائع میں جانوروں کی چربیاں اور سرخ گوشت گھی، مکھن، بالائی وغیرہ شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان اشیا کا کثرت استعمال اس مرض کا ایک یقینی سبب ہوتا ہے۔

درد پیدا کرنے والے پی جی دوم کے اثرات کو روکنے کے لیے تجویز کی جانے والی دواؤں کے مضر اثرات سے معدہ، آنتیں اور گردے متاثر ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بلڈ پریشر بھی بڑھ جاتا ہے۔ اگر کوئی مریض اپنی غذا میں

میں سورج مکھی کے بیج، السی (ان کے تیل بھی) شامل رکھے اور تازہ مچھلی، سبزیوں اور پھلوں پر زیادہ توجہ دے تو ورم اور درد کی شکایت سے لے نجات مل سکتی ہے۔ اسے خاص طور پر جمنے والی چکنائیوں سے سخت پرہیز بھی کرنا ہوگا۔

علاج

گٹھیا کے مریضوں کو درج ذیل اہم اصولوں پر عمل درآمد کرنا چاہیے۔

- ممکنہ حد تک سرگرم رہیں لیکن اگر درد کی تکلیف اور شدت بہت زیادہ ہو آرام کریں
- پٹھوں کو پھیلانے اور ان میں لچک پیدا کرنے والی ورزشیں کرے۔ ممکن ہو تو ورزشی علاج (فزیوتھراپی) کے ماہر سے رجوع ہوں، علاج بالماء (پانی سے علاج) کے علاوہ یوگا سے بھی مدد لینی چاہیے۔ اس کے بڑے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایکوپنکچر، الٹرا ساؤنڈ اور مالش سے بھی تکلیف میں نمایاں کمی ہوتی ہے لیکن یہاں مالش سے مراد پہلوانی مالش نہیں ہے۔
- درد دور کرنے والی دوائیں کم سے کم استعمال کریں خاص طور پر کارٹی سون وغیرہ سے ممکنہ حد تک بچنے کی کوشش کریں

تیزابیت کم کرنے کے لیے

تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ فاقے سے اس مرض پر قابو پانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ کم از کم ایک ہفتے تک صرف پھلوں کے رس پر گزارہ کرنے سے مرض کا زور ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح بعض غذاؤں سے پرہیز بھی ضروری ہوتا ہے۔ خاص طور پر آئس کریم کا استعمال مضر ثابت ہوتا ہے تیزابیت کم کرنے کے لیے:

- روزانہ کم از کم ۸ سے ۱۰ گلاس پانی پیجیے۔
- کھیرے، ککڑی، گاجر، چقندر، سیب تربوز کا رس استعمال کیجیے۔ انھیں کچا اور ابال کر کھائیے۔
- شلجم، چقندر، مولی کے پتے بے کار سمجھ کر پھینک دیے جاتے ہیں انھیں باریک کتر کر دھیمی آنچ پر ڈھک کر پانی میں گلا کر بطور سوپ استعمال کرنے سے تیزابیت میں نمایاں کمی ہوتی ہے بطور خوشبو اس میں تھوڑا سا میتھی یا سویا کا ساگ بھی ڈالا جا سکتا ہے۔ اس کے پینے سے پیشاب زیادہ مقدار میں آتا ہے اور اس طرح یورک ایسڈ اور دیگر مضر مواد خارج ہو جاتے ہیں۔
- میدے، چاول، چینی، نمک اور ڈبہ بند غذاؤں اچار وغیرہ سے پرہیز کیجیے۔

مفید جڑی بوٹیاں

تیز کیمیائی دواؤں کے مقابلے میں جڑی بوٹیوں کے استعمال سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ یہ دوائیں اگرچہ ذرا دیر سے اثر کرتی ہیں لیکن ان کے نتائج زیادہ بہتر اور طویل ہوتے ہیں، ان میں چوب چینی، سورنجان، ککڑی کے بیج، سونف اور ملٹھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ حب اور معجون، سورنجان اور معجون چوب چینی کے استعمال سے بھی بہت فائدہ ہوتا ہے

مقامی طور پر درد اور ورم کم کرنے کے لیے روغن سرخ اور روغن سورنجان کی مالش بھی مفید ہوتی ہے۔

مفید حیاتین اور معدنی نمک

حیاتین ب (بی ۱) سو ملی گرام، بی ۶ (بی ۶) ۵۰ ملی گرام کا استعمال بھی بہت مفید ہوتا ہے

چونکہ اس مرض میں ہڈیاں سب سے زیادہ نشانہ بنتی ہیں اس لیے کیلشیم کی اضافی خوراکیں بھی ضروری ہوتی ہیں اسی طرح روزانہ ۵۰ ملی گرام جست استعمال کرنا بھی مفید ہوتا ہے۔

سوال جواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو نام لے کر پکاریں تو جائز ہوگا یا نہیں؟

ج: مرد اپنی بیوی کو نام لے کر پکار سکتا ہے لیکن بیوی کو نام لے کر اپنے شوہر کو نہ پکارنا چاہیے اس لیے کہ بے ادبی کی وجہ سے یہ مکروہ ہے (شامی ج ۵ ص ۲۹۷)

س: بعض لوگوں کے منھ سے سوتے میں رال نکلتی ہے یہ رال اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو کیا حکم ہے۔

ج: یہ رال پاک ہے لہذا اس کے لگنے سے بدن یا کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔

(ہندیہ ج ۱ ص ۴۶)

س: پہلی رکعت میں چھوٹی سورہ پڑھنا اور دوسری میں اس سے بڑی سورہ پڑھنا کیسا ہے؟

ج: فرض نماز میں ایسا کرنا مکروہ ہے سنن ونوافل میں مکروہ نہیں ہے

(ہندیہ ج ۱ ص ۷۹)

س: میرے پاس پانچ تولہ سونے کے زیورات ہیں اور تقریباً ایک تولہ چاندی کا بھی ایک زیور ہے میں ابھی تک یہ سمجھ کر زکوٰۃ نہیں نکالتی تھی کہ کسی بھی چیز کا نصاب پورا نہ ہونے کی وجہ سے میرے اوپر زکوٰۃ نہیں ہے لیکن ایک صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ تمھارے پاس سونا اور چاندی دونوں موجود ہیں لہذا تم پر زکوٰۃ فرض ہے آپ شرعی حکم بیان فرمائیے

ج: جی ہاں! اگر سونے کے علاوہ کچھ چاندی یا نقد روپے یا مال تجارت بھی ہو اور سونے کے ساتھ ملنے کے بعد اس کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو جاتی ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔

(ہندیہ ج ۱ ص ۱۷۹)

س: نوٹ پھٹ جانے پر عام طور سے بینک والے بھی نہیں لیتے تو کیا ایسی صورت میں مثلاً سو کے نوٹ کو اسی (۸۰) روپے میں لے دینا (جو مخصوص دکاندار بطور کاروبار لیتے ہیں) جائز ہے؟

ج: نوٹ کو کم وبیش نوٹ سے بدلنا کھلا ہوا سود ہے، اس لیے یہ قطعی طور پر حرام ہے البتہ نوٹ چلانے کی کوئی دوسری جائز صورت نہ ہو تو یہ کر سکتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں کوئی سامان خرید لیں، اب سامان اگر سو روپے سے کم کا بھی مل رہا ہو تب بھی یہ خرید وفروخت جائز ہوگی۔